نئی روشنی

مذاقیہ ڈرامہ پانچ ایکٹ میں

از

محمد فضل الرحمن

مطبوعہ

اعظم اسٹیم پریس، حیدرآباد دکن

سنہ ۱۹۳۴ء قیمت (۸؍)

اظہار حقیقت

اس ڈرامہ کا پلاٹ بعض ضروری تبدیلیوں کے ساتھ شیریڈین کے نارس "دی ریلوس" سے لیا گیا ہے۔ سب سے پہلی دفعہ انجمن ترقی ڈرامہ حیدرآباد دکن نے اگست سنہ ۱۹۳۳ء میں اکسلسیر تھیٹر کے اسٹیج پر نہایت شاندار کامیابی کے ساتھ اس کی نمائش کی جس کے لئے مصنف ہذا انجمن کے عہدہ داران۔ اراکین۔ اور مجلس نظار کا تہ دل سے شکر گزار ہے

محمد فضل الرحمن



اشخاص ڈرامہ

کردار		اداکار
نواب کامران	خاندانی امیر۔	(مسٹر ظفر علی مرزا)
جوان بخت	نواب کا لڑکا۔ دلربا کا عاشق۔	(مرزا شرافت اللہ بیگ)
فرخ سیر	جوان بخت کا دوست۔	(مسٹر مہدی علی مرزا)
میر ارشاد علی	عرف میر صاحب۔	(مرزا شکور بیگ)
کپتان شیر خان		(مسٹر عبدالرب)
غفور	جوان بخت کا نوکر۔	(مرزا رفعت اللہ بیگ)
داؤد	میر صاحب کا نوکر۔	(مسٹر غلام دستگیر)
خداداد	نواب کا شوفر۔	(مسٹر عبدالقیوم)
چھوکرا		(مسٹر ریاض احمد)
فصاحت بیگم		(مسٹر شہریار کاؤس جی)
دلربا	فصاحت بیگم کی بھانجی۔	(مرزا ظفر الحسن)
نسیمہ	دلربا کی سہیلی۔	("غزنوی")
نوبہار	دلربا کی خادمہ۔	(" اقبال")

سین۔ شہر راحت نگر کے مختلف حصّے۔

۱

ایک پھٹا ہوا سا رستہ

(لفٹننٹ جواں بخت کا نوکر غفور پائجامہ پر کوٹ، مفلر اور ترکی ٹوپی ڈٹائے، پان کا بیڑا چباتے اور سگریٹ کے دھوئیں اڑاتے ہوئے بےفکری کے ساتھ ٹہل رہا ہے کہ اتنے میں نواب کامران کا شوفر خدا داد وردی اور شملہ پہنے ہوئے راستہ سے گذرتا ہے)

غفور:۔

مسٹر شوفر لیٹ (جواب ندارد) اجی او مسٹر شوفر لیٹ۔

خدا داد:۔

(ایک بیک نظر اٹھاکر) آہا آپ ہیں۔

غفور:۔

موٹر کا ہارن بجاتے بجاتے تمہارے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہیں، اتنی دیر سے ایک شریف آدمی چلا رہا ہے، ذرا تو پلٹ کر دیکھتے کہ کون ہے کس کو پکار رہا ہے!

خدا داد:۔
تم تو مسٹر شورلیٹ کو بلا رہے تھے، میں کیسے جواب دیتا

غفور:۔
تو کیا ہوا، تمہارا نام شورلیٹ نہ سہی، تمہاری گاڑی کا نام تو شورلیٹ ہے، مگر بھلے مانس یہ تو بتاؤ کہ تم ادھر کیسے نکل آئے۔

خدا داد:۔
ہمارا کیا ہے، حکم کے بندے ہیں، جہاں چلنے کا حکم دیا گیا چل کھڑے ہوئے

غفور:۔
(حیرت سے) تو کیا نواب صاحب !!۔

خدا داد:۔
(بات کاٹ کر) کل شام کو سوار ہوئے اور آج صبح یہاں وارد ہو گئے۔

غفور:۔
یہ تو بری سنائی۔

خدا داد:۔
کیوں، کیا جوان بخت مرزا گھر پر نہیں ہیں۔

غفور:۔
جوان بخت مرزا تو گھر پر ہیں، میں جوان بخت مرزا کے پاس نہیں ہوں

کئی دن سے بندہ دلشاد بیاں کا مصاحب خاص ہے۔

خداداد:۔

تم بھی عجیب احمق ہو بیٹھے بٹھائے آخر یہ تمھیں کیا سوجھی کہ اچھی خاصی نوکری
چھوڑ کر اودھر اودھر بھٹک رہے ہو۔

غفور:۔

خدا کا ہے کو ہوتے ہو میں نے جوان بخت مرزا کی نوکری نہیں چھوڑی
بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود انہوں نے اپنا نام بدل دیا ہے۔

خداداد:۔

تو کیا خدانخواستہ وہ روپوش ہیں؟

غفور:۔

روپوش نہیں بلکہ وہ عنقریب گلپوش ہونے والے ہیں بات یہ ہے کہ......
مگر یار کسی سے کہنا نہیں یہ راز کی بات ہے اور اسی لیئے میں تم سے سر بازار کہہ رہا ہوں
.......بات یہ ہے کہ چھوٹے سرکار کا ایک جگہ دل آگیا ہے۔

خداداد:۔

دل آگیا ہے!!!

غفور:۔

ہاں دل آگیا ہے یا جیسا کہ شاعر کہتا ہے آنکھ لڑ گئی ہے، اور وہ نہیں چاہتے کہ

اس واقعہ کی کسی کو اطلاع ہوئی میں اِن کا نامہ بر ہوں مجھے تمام اندرونی واقعات کی خبر ہے اور سوا چند خاص دوستوں کے سب لوگ انھیں اسی نام سے پکارتے ہیں اور وہ لڑکی جس کے ساتھ خط و کتابت ہو رہی ہے وہ بھی اسی دھوکے میں ہے۔

خداداد:۔

فرضی نام رکھنے سے ان کا مطلب؟

غفور:۔

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

خداداد:۔

کیا لڑکی غریب گھرانے کی ہے؟۔

غفور:۔

اجی وہ گھرانہ اس قدر امیر ہے کہ اگر وہ لوگ چاہیں تو سارے شہر کو خرید سکتے ہیں، مکانات کا کرایہ الگ، جاگیر کی آمدنی الگ، اور پھر نقد رقم زر زیورات کی تو کوئی گنتی نہیں، ان سب برطرفہ یہ کہ لڑکی پڑھی لکھی، نئے فیشن کی زندگی بسر کرنے والی ہے۔ اور روزانہ شام کے وقت کھلے موٹر میں سیر کو نکلتی ہے۔

خداداد:۔

بڑے سرکار اس شہر کی بڑی تعریف کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ زندگی کا لطف اٹھانا ہے تو راحت نگر چلکر رہنا چاہیئے، جہاں راحت و آرام کے سارے سامان موجود

ہیں۔ اور جہاں کی گلی کوچوں میں تک وہ چہل پہل رہتی ہے کہ شاید دوسرے شہروں کے بڑے بڑے بازاروں میں وہ رونق نہو۔

غفور:—

بڑے سرکار غلط کہتے تھے۔ اس شہر میں دیکھنے کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ یہاں کی زندگی میں کوئی دلچسپی کا سامان ہے۔ یہاں کے لوگ صبح کو اٹھتے ہیں منھ ہاتھ دھوکر آٹھ بجے ناشتہ سے فارغ ہوتے ہیں۔ دس بجے دفتر جاتے ہیں چار بجے دفتر سے واپس ہوتے ہیں۔ آٹھ بجے رات کا کھانا کھاتے ہیں۔ اور دس بجے سو جاتے ہیں۔

خدا داد:—

باتیں مت بناؤ۔ چلو ذرا بازار کی سیر کریں اور تھوڑی دیر شہر کی ہوا کھائیں آئیں۔

غفور:—

اس حالت میں تو میں تمھارے ساتھ نہیں چلنے کا۔ میں نے تم سے بارہا کہا کہ تم اپنا لباس بدلو، آج کل کوئی شریف آدمی شملہ نہیں باندھتا، ہر جگہ ترکی ٹوپی کا رواج ہے مگر تمھارے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

خدا داد:—

خیر امسال نہیں اب کے برس ترکی ٹوپی ہی کی خبر لی جائے گی۔

غفور:۔

(خداداد کے جوتے کو غور سے دیکھ کر) اور یہ تمھاری دیسی گرگابی بھی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ دیکھو تو میرے اس ولایتی بوٹ پر کیسا تجلا ہے، اور اس پر یہ کوٹ اور یہ جاپانی مفلر کیسا خوش نما معلوم ہوتا ہے، ارے یار کپڑوں ہی سے آدمی کی عزت ہے، کپڑے نہ ہوں تو پھر امیر غریب بادشاہ فقیر سب برابر ہیں۔

خداداد

بگڑو نہیں۔ تنخواہ ملنے پر میں بھی تمھاری طرح فیشن ایبل بن جاؤں گا۔

غفور:۔

تم دیکھو گے کہ جب تم میری طرح فیشن ایبل بن جاوگے تو کتنے لوگ تمھاری عزت کریں گے۔

(خداداد کے قریب آکر اس کے کندھے پر ہاتھ مارتا ہے اور پھر اپنا مفلر درست کرلیتا ہے)

جب میں پہلی دفعہ یہ مفلر لگا کر نکلا تو نوبھار خوشی سے پھولوں نہیں سماتی تھی۔

خداداد:۔

(حیرت سے) یہ نوبہار کون رشکِ بہار ہے؟

غفور:۔

یہ اس گھر کی چھوکری کا نام ہے جہاں چھوٹے سرکار کا دل آیا ہے۔

خداداد:۔

تمھاری بکواس ختم نہوگی، شام ہورہی ہے۔ مجھے سات بجے سے پہلے ڈیوڑھی پر حاضر رہنا ہے۔ اب تم چلتے ہو یا میں تنہا چلا جاؤں ۔

غفور:۔

ایک بات کا وعدہ کرو تو ساتھ چلتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے یا آیندہ کہوں اس کا کسی کے آگے ذکر نہ آنے پائے ۔

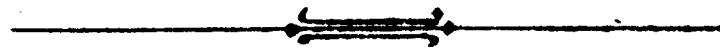
خداداد:۔

منظور ۔

غفور:۔

اور نواب کامران کو اسکی کانوں کان خبر نہو۔

(دونوں چلے جاتے ہیں)



ایکٹ پہلا
سین دوسرا، دلربا کی نشست کا کمرہ

(کمرہ پر تکلف فرنیچر سے آراستہ ہے، وسط میں ایک صوفے پر دلربا اور اس کی سہیلی نسیمہ بیٹھی ہوئی ہے، صوفے کے قریب ایک یک شلف میں خوبصورت جلد کے اردو ناول جمے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف ایک خوشنما اسکرین رکھا ہے صوفے کے ساتھ کی چند کرسیاں کچھ تپائیاں جن پر گلدان ہیں اور کچھ آرایش کا سامان کمرہ کی زینت میں اضافہ کر رہا ہے۔ جس وقت پردہ اٹھتا ہے یہ دونوں لڑکیاں راز و نیاز کی باتوں میں مصروف ہیں دلربا کے جسم پر جدید قسم کا نیم آستین ریشمی کرتہ اور آسمانی رنگ کی ساڑی ہے، نسیمہ کا لباس کسی قدر قدیم وضع کا ہے ان دونوں لڑکیوں کا سن بیس اکیس برس سے زیادہ نہیں۔ چہرے سرخ و سپید بات چیت سے شائستگی ٹپکتی ہے)

دلربا:۔۔۔

نسیمہ۔ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئیں تنہائی سے جی گھبرا گیا تھا

نسیمہ:۔

میری طبیعت بھی کچھ اکتا گئی تھی، کل شام کو جب چچا جان نے یکایک راحت نگر چلنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مارے خوشی کے میں اچھل پڑی۔

دلربا:۔

سچ سچ کہنا، کیا یہ صرف مجھی سے ملنے کی خوشی تھی۔

نسیمہ:۔

(شرما کر) تمھیں تو ہر وقت دل لگی سوجھتی ہے۔

دلربا:۔

نہیں تو کیا پند و نصیحت کرنے کے دن ہیں۔

نسیمہ:۔

دلربا۔ تم اپنی مرضی کی آپ مختار ہو، تمھیں خدا کے فضل سے ہر قسم کی آزادی حاصل ہے لیکن تم جانتی ہو کہ میں کیسے شکنجے میں پھنسی ہوں، اس میں شک نہیں کہ نواب کامران ہر طرح میری دلدہی کرتے ہیں۔ جہاں میں قدم رکھتی ہوں وہاں وہ آنکھیں بچھانے کے لیۓ تیار ہیں۔ انہیں جتنا میرے آرام کا خیال ہے اتنا اپنی اولاد کی راحت کا نہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر وہ آزادی جس کے لیۓ میرا دل بیتاب ہے وہ اس گھر میں کبھی نصیب نہیں ہونے کی۔

دلربا :۔

ایک بے زبان لڑکی کو یوں قید میں رکھنا انتہائی بے دردی ہے۔

نسیمہ :۔

جسے تم بے دردی سمجھتی ہو وہ ان کے نزدیک اخلاق کی نگہداشت ہے۔

دلربا :۔

تو کیا فرخ سیر سے اب ملاقاتوں کا سلسلہ ترک ہو گیا ؟

نسیمہ :۔

یہ کس طرح ممکن ہے، بھلا کہیں سرپرستوں کی سختیوں سے دل کی امنگیں ہٹ سکتی ہیں، پہلے ہم کھلے خزینے ایک دوسرے سے ملتے تھے اب خفیہ ملاقاتیں کرنے لگے ہیں۔

دلربا :۔

بہن۔ میں خوب جانتی ہوں کہ فرخ سیر سے تمھیں ایک طرح کی وجدانی محبت ہو گئی ہے اور وہ بھی کچھ کم تمھارا فریفتہ نہیں، لیکن پھر بھی احتیاط شرط ہے۔

نسیمہ :۔

تمہیں ناحق اس کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی ہے، اس کی محبت ایسی نہیں کہ زمانہ کے رنگ کے ساتھ بدل جائے۔ اور پھر اس نے میری جان بچائی ہے۔

دلربا:۔

بیشک وہ تمہارا محسن ہے، اور اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر تمہیں ڈوبنے سے بچایا تھا، میں یہ بھی تسلیم کرتی ہوں کہ پیراکی میں آج اس کا کوئی ہمسر نہیں لیکن کسی شخص کا اچھا پیراک ہونا اس کے موزوں شوہر ہونے کی دلیل نہیں۔

نسیمہ:۔

اور پھر یہ ابا جان کے ہاتھوں کی نسبت ہے۔

دلربا:۔

میں کب کہتی ہوں کہ اپنے والد کی وصیت کو بھلا دو، میرا صرف یہ کہنا ہے کہ جو لوگ ضرورت سے زیادہ وہمی اور متشکی واقع ہوتے ہیں ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا دشوار امر ہے۔

نسیمہ:۔

محبت سب کچھ آسان کر دیتی ہے، اس میں شک نہیں فرخ سیر کی طبیعت میں وہم ہے لیکن یہ محبت کا وہم ہے۔

دلربا:۔

پھر؟

نسیمہ:۔

[illegible]

دلربا:—

میں بھی کبھی اسی پر کیف خیال کی دلدادہ تھی، تم جانتی ہو کہ جس نوجوان کیلئے میں اپنی ساری زندگی قربان کرنے کے لیئے تیار تھی بلکہ اب بھی ہوں وہ کون ہے

نسیمہ:—

ہاں معلوم ہے۔ (مسکراتے ہوے) وہ ایک اجنبی آوارہ گرد، مفلس، لاوارث شخص ہے۔ اور فصاحت بیگم اس کی جان کی دشمن ہیں۔

دلربا:—

نسیمہ، تمھیں شائد اس کا علم نہیں کہ محبت کے سنگین جرم کی پاداش میں اب پہلے سے زیادہ سختیاں ہونے لگی ہیں۔ بندی بھی اپنی ضد پر اڑی ہے جتنا زیادہ وہ روکیں گی اتنا ہی میرا اشتیاق بڑھتا جائے گا۔

نسیمہ:—

تعجب ہے، فصاحت بیگم تو تعلیم یافتہ ہیں اور ترقی نسواں پر جا و بیجا لکچر دیتی پھرتی ہیں۔

دلربا:—

بہن تم کیسی باتیں کرتی ہو کیا عربی فارسی الفاظ کے غلط استعمال کا نام تعلیم ہے۔

نسیمہ:—

(ہنستے ہوے) یہ سچ ہے کہ تمھاری خالہ فارسی یا عربی لغت کو اہمیت نہیں

وتیں، اور ان کے محاورہ میں ایک لفظ کی بجائے دوسرا لفظ کہدینا ہی فصاحت میں داخل ہے۔

دلربا:۔

اور یہ لطیفہ بھی سنو کہ اس مخصوص زبان میں اب عاشقانہ خطوط لکھنے کا شوق چرایا ہے۔

نسیمہ:۔

کیا کہا، اس عمر میں اور ایسا شوق !!

دلربا:۔

اور نہیں تو کیا۔

نسیمہ:۔

بھلا وہ کون خوش نصیب نوجوان ہے؟

دلربا:۔

نوجوان نہیں، وہ بھی انکا ہم عمر ہے، بلکہ دس بارہ برس زیادہ ہی کاٹے ہونگے۔

نسیمہ:۔

آخر وہ کون ہے؟

دلربا:۔

کپتان شیر خان جو اس شہر میں نووارد ہیں، یہ ایک گمنام خاندان کے

چشم و چراغ ہیں، جنہیں قدرت نے سوائے ذہن کے ہر چیز عطا کی ہے۔

(نوبہار داخل ہوتی ہے)

نوبہار:۔

بی بی، نواب کامران تشریف لائے ہیں۔

دلربا:۔

خالہ جان سے جا کر کیوں نہیں کہتی؟

نوبہار:۔

بیگم صاحبہ ہی نے کہلا بھجوایا ہے، وہ اس وقت نواب صاحب کیساتھ دیوانخانہ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔

نسیمہ دلربا:۔

(اٹھکر) نواب کامران یہاں آئے ہیں تو میرا ٹھیرنا مناسب نہیں۔

(نوبہار چلی جاتی ہے)

دلربا:۔

ذری خالہ جان کی فصیح گفتگو تو سنتی جانا۔

نسیمہ:۔

جی تو بہت چاہتا ہے کہ فصاحت بیگم کی شہرۂ آفاق اردو کا لطف اٹھائے بغیر یہاں سے نہ جاؤں، پر کیا کروں مجبور ہوں (جاتے ہوئے کتابوں کی طرف دیکھکر)

بہن، کوئی دلچسپ ناول ہو تو دو۔ جب سے یہاں آئی ہوں کسی طرح وقت نہیں بہلتا

دلربا:۔

ضرور ضرور! (شلف سے دو چار کتابیں نکال کر) یہ دورِ جدید کے بہترین ناول ہیں۔

نسیمہ:۔

کہیں کوئی تاریخی ناول یا اخلاقی قصے تو نہیں۔

دلربا:۔

نہ یہ تاریخی ناول ہیں نہ اخلاقی قصے، بلکہ مصنف کی زبان میں "حسن و عشق کی ایسی ولولہ انگیز داستانیں جو خاص طور پر نوجوان لڑکیوں کی رہنمائی کے لیئے لکھی گئی ہیں"

نسیمہ:۔

بس بس ایسی ہی کتابوں کی ضرورت تھی (نسیمہ کتابیں لے لیتی ہے)

نوبہار:۔

(دوبارہ داخل ہوتی ہے) بی بی نواب صاحب اور بیگم صاحبہ دروازہ پر ہیں۔

(نوبہار چلی جاتی ہے)

نسیمہ:۔

اچھا خدا حافظ۔ میں اس دروازے سے چلی جاتی ہوں (نسیمہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دوسرے دروازے سے چلی جاتی ہے)

دلربا:۔

خدا حافظ۔

(دلربا اپنا لباس اور بال درست کر لیتی ہے، تھوڑی دیر میں نواب کامران اور فصاحت بیگم داخل ہوتی ہیں، نواب کامران کی عمر پچپن سال سے کم نہیں، بال کھچڑی، چہرہ پر جھریاں، بدن پر جامہ وار کی قیمتی شیروانی، سر پر کشتی نما مخملی ٹوپی، ہاتھ میں ایک خوبصورت چھڑی ہے، فصاحت بیگم کا سن چالیس سال یا اُس سے کچھ زیادہ ہوگا۔ ان کے چہرہ پر ابھی جوانی کے آثار باقی ہیں۔ صورت سے کم عقلی ٹپکتی ہے)

دلربا:۔

(صوفے سے اٹھ کر مودبانہ طریقہ سے) بندگی۔

نواب:۔

جیتی رہو، جیتی رہو۔

دلربا:۔

تشریف رکھیئے۔

نواب:۔

(فصاحت بیگم سے) یہی ہے آپ کی بھانجی دلربا؟

فصاحت بیگم

جی ہاں، تشریف رکھیئے (سب بیٹھ جاتے ہیں)

نواب :-

(دلربا سے) بی بی، یہ ملاقات بہت ہی اچانک ہوئی ہے، لیکن میں مجبور ہوں میرا اس شہر میں زیادہ دنوں تک قیام نہیں رہے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے جانے سے پہلے تمام امور تصفیہ پالیں۔

فصاحت بیگم۔

دلربا۔ تم تعلیم یافتہ ہو، انگریزی، فارسی، اردو ہر زباں میں کافی درسگاہ رکھتی ہو، میں نہیں چاہتی کہ تمھارے ساتھ جاہل لڑکیوں کا سا برتاؤ کروں۔

دلربا:-

خالہ جان، اس عنایت کا شکریہ۔

فصاحت بیگم

ہمارے ملک میں ایک زبون اور ناموزوں رسم یہ پڑگئی ہے کہ سرپرست لڑکی کی مرضی کے بغیر نسبت ٹھیرا دیتے ہیں، جس کے سبب سے میاں بیوی کی ساری زندگی خراب ہو جاتی ہے۔

نواب :-

یہ بالکل صحیح ہے۔

فصاحت بیگم

ازدواجی زندگی کا تمام عیش ملذذ ہو جاتا ہے، ایک کو دوسرے سے ہمدردی نہیں ہوتی، اور مصیبت میں کوئی کسی کا مونس و مردم خوار نہیں رہتا۔

دلربا:۔

خالہ جان، آپ فرمانا کیا چاہتی ہیں؟

فصاحت بیگم

میں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ بغیر تمہاری رضامندی کے تمہارا بیاہ نہ کرونگی تاکہ کل کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے فصاحت بیگم نے جبر و تشدد سے کام لے کر لڑکی کو ایک اجنبی کے پلے باندھ دیا۔

نواب :۔

بیٹی تم بھی تو کچھ کہو، آخر یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے، اور تمہاری آنیوالی زندگی سے متعلق ہے۔

دلربا،۔

میں حیران ہوں کہ کیا کہوں، کوئی بات سمجھ میں آئے تو اس کا جواب دوں۔

فصاحت بیگم

نواب کامران کے فرزند دلبند ایک نہایت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ سنجیدہ

معاملہ فہم مرد نامعقول ہیں۔ (نواب ذرا چیں بجبیں ہوتے ہیں)

دلربا:۔

میں عرض کر چکی ہوں کہ اس معاملہ میں اصرار کرنا فضول ہے۔

فصاحت بیگم:۔

تم جانتی ہو کہ تمھارے والد مرحوم کی وصیت کے بموجب میں تمھاری سرپرست مقرر ہوئی ہوں، اور گو تمھاری جائداد پر مجھے اختیار نہیں، لیکن شادی بیاہ کے معاملہ میں میری رضامندی ضروری ہے۔

نواب:۔

بی بی، آخر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ لڑکا نوجوان، تعلیم یافتہ، خوشرو، نیک محضر نجیب الطرفین، اور پھر میری جاگیر کا وہی اکلوتا وارث ہے۔

فصاحت بیگم:۔

بڑے بزرگ بچوں کی فلاح و بہبوادگی کے لیئے کوئی تجویز کریں تو اس کو قبول کرنا اُن کا اولین وظیفہ ہے۔

دلربا:۔

میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔

فصاحت بیگم:۔

دلربا، یہ دل گردہ کا بہانہ بے کار ہے جس وقت تمھارے مرحوم خالو کے

ساتھ میری شادی ہوئی تھی تو کیا میرا ان پر دل آیا تھا۔ یا میں نے ان کی صورت دیکھی تھی، یا نام سنا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ فقط متوکل باللہ ابا جان نے مرحوم کے ساتھ میرا نکاح لکھوا دیا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ شادی کے بعد ہم دونوں میں کس قدر محبت پیدا ہو گئی، مرحوم کس مہربانی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اور میں انکی کتنی دلگیری کرتی تھی!!

دلربا:۔

ہر شخص اپنی مرضی کا آپ مختار ہے۔

فصاحت بیگم:۔

نواب کی موجودگی میں میں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتی، تم تنہائی میں اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔

دلربا:۔

بہت خوب (چلی جاتی ہے)

نواب:۔

لڑکیوں کو تعلیم دلانے کا یہی نتیجہ ہے۔

فصاحت بیگم:۔

نہیں۔ نہیں، نواب، تعلیم نسواں کے مسئلہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

نواب:۔

دلربا، کہیں میری لڑکی ہوتی تو دیکھتے اس کی تربیت کن اصول پر کی جاتی۔

فصاحت بیگم:۔

تو کیا آپ لڑکیوں کو جاہل رکھنا چاہتے ہیں؟

نواب:۔

لڑکیوں کو صرف اس قدر تعلیم دینا چاہیئے کہ وہ امور خانہ داری کا انتظام کر سکیں، پڑھنا لکھنا اس حد تک کہ خط کا مضمون اور تار کا مطلب پڑھ لیں، حساب بس اتنا کہ دھوبی کا حساب رکھ سکیں، معاشیات کی انہیں کوئی ضرورت نہیں، سیاسیات میں اتنا دخل رہے کہ خانگی سیاسیات میں حصہ لے سکیں، نظم و نسق یہ کہ گھر کا نظم و نسق درست رہے۔

فصاحت بیگم

یہ سراسر ناانصافی ہے تعلیم لڑکیوں کا زیور ہے، اور انہیں اعلیٰ تعلیم دیجانی چاہیئے، کوئی وجہ نہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو ادبیات کی تعلیم نہ دی جائے، یا تھوڑی سی سیاسیات اور تھوڑی سی معاشیات میں ان کو دخل ہو، اگر کوئی لڑکی ستاروں کا علم سیکھنا چاہتی ہے تو ہئیت کذائی ورنہ حیوانات یا نفسانیات جس طرف اس کا رجحان ہو وہ مضمون سکھایا جائے۔

نواب:۔

آپ کے خیالات جو کچھ بھی ہوں جس خوبی کے ساتھ آپ انہیں ظاہر کرتی ہیں اس سے تو میرے موافق مطلب نتیجہ نکلتا ہے۔ بہرکیف میرا پرخلوص مشورہ یہ ہے کہ آپ اس خودسر لڑکی پر نگرانی رکھیئے (کتابوں کی طرف دیکھ کر) میں دیکھتا ہوں کہ اسے کتابوں سے بہت الفت ہے، سب سے پہلے ان کتابوں کو جلا دیجئے، یہی کتابیں تمام فساد کی جڑ ہیں، اس کے بعد اگر چند دن اس کا کمرہ باہر سے مقفل کرکے آب و دانہ بند کردیا جائے تو امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے گی ــــــ

اب اجازت دیجئیے۔

فصاحت بیگم:۔

ان باتوں کا تذکرہ اپنے لڑکے سے نہ کیجئے گا۔

نواب:۔

وہ ہرگز اتنی جسارت نہیں کرسکتا۔ جوانی بخت کی تربیت قدیم اصول پر ہوئی ہے، جب وہ اپنی ماں کی گود میں کھیلتا تھا اسی وقت سے میرا یہ دستور تھا کہ جس کام سے منع کرنا ہوتا بس ایکدفعہ آنکھیں نکال کر دھمکا دیتا جب کبھی یہ تنبیہ کارگر نہ ہوتی تو پھر زد و کوب سے اس کی خاطر خواہ مرمت کردی جاتی۔

فصاحت بیگم:۔

پھر بھی احتیاطاً لڑکے کی مرضی لے لی جائے تو مناسب ہے۔

نواب :-

اسکی فکر نہ کیجئے، جوان بخت کی طرف سے میں ذمہ دار ہوں (چلا جاتا ہے)

فصاحت بیگم :-

نوبہار۔ نوبہار۔

نوبہار :-

(اندر سے) بیگم صاحبہ

فصاحت بیگم

ذرا ادھر تو آنا (نوبہار داخل ہوتی ہے)

نوبہار :-

فرمائیے۔

فصاحت بیگم :-

ذرا نزدیک آ۔ (نوبہار نزدیک آتی ہے)

نوبہار :-

کیا حکم ہے؟

فصاحت بیگم :-

(دبی زبان سے) وہ خط جو میں نے تجھے دیا تھا پہنچا آئی؟

نوبہار:-

(انجان بن کر) کونسا خط؟

فصاحت بیگم

اری دیوانی، وہی کپتان شیر خان کے نام کا خط

نوبہار:-

وہ خط تو اسی وقت پہنچ گیا۔

فصاحت بیگم:-

کسی سے اسکا تذکرہ نہیں کرنا سمجھی۔

نوبہار:-

بیگم صاحبہ کیا میں آپنی بھی نمکحرام ٹھیری؟

فصاحت بیگم:-

دیکھ۔ اگر تو نے ایمانداری سے کام کیا تو میں تجھے خوب انعام دونگی۔

نوبہار:-

آپ اطمینان رکھیئے کسی کو کانوں کان خبر ہو تو میرا گلا حاضر ہے۔

فصاحت بیگم:۔

شاباش، اور دیکھ دلربا کے جتنے خطوط ہوں وہ مجھے لاکر دکھا دینا۔

نوبہار:۔

آپ بے فکر رہیئے (فصاحت بیگم چلی جاتی ہیں اور نوبہار ڈسٹر سے فرنیچر پوچھنے میں مصروف ہو جاتی ہے)

ایک دوسرا سین پہلا جوان بخت کا مکان شیراز

(جوان بخت اور فرخ سیر داخل ہوتے ہیں جوان بخت سر برہنہ قیمتی ریشم کا ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے ہے۔ فرخ سیر کے سر پر ترکی ٹوپی اور بدن پر سیاہ ٹوئیڈ کی شیروانی ہے۔ ان دونوں دوستوں کا سن پچیس چھبیس سے زیادہ نہیں رنگ سرخ و سفید چہرے صاف۔ وضع قطع نہایت ہی شایستہ اور مہذب)

جوان بخت:۔

معلوم نہیں اس محبت کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ فصاحت بیگم کی مخالفت روز بروز ترقی پر ہے۔ خط و کتابت میں بھی دشواریاں پیش آرہی ہیں اور ملاقاتیں تو کئی دنوں سے موقوف ہیں۔

فرخ سیر:۔

فصاحت بیگم کی مخالفت کا سبب انکی لاعلمی ہے۔ وہ اس خیال میں ہیں کہ تمہارا اصل نام دلشاد ہے، اگر انہیں صحیح واقعات کا علم ہوجائے

اور یہ معلوم ہو کہ تم کس خاندان کے ہو، تمھاری آمدنی کے کیا ذرائع ہیں، اور تمھارے عادات اطوار کس قسم کے ہیں تو غالباً انہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

جوان بخت:۔

ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔

فرخ سیر:۔

کیوں؟

جوان بخت:۔

بعض ایسے وجوہات ہیں جنکی بناء پر چند دن اور میں یہ بھیس برقرار رکھوں گا۔

فرخ سیر:۔

تم کب تک اس فرضی نام کو نباہ سکو گے؟ آخر ایک نہ ایک دن راز فاش ہو رہے گا۔ اور بہت ممکن ہے اس وقت مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں۔

جوان بخت:۔

یہ سچ ہے۔ لیکن تم دلربا کی طبیعت سے واقف نہیں، یہ لڑکی دولتمند ہے اس لئے اسے دولت کی پرواہ نہیں، ناتجربہ کار ہے لہذا افلاس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتی۔ عشقیہ افسانوں پر اس کی تمام تخیلی زندگی بسر ہوئی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ بغیر چاندنی راتوں کی ملاقاتوں اور عشقیہ نامہ و پیام کے محبت کامل نہیں ہوتی،

وہ نہیں جانتی کہ حقیقی محبت کو ان طفلانہ حرکات سے کوئی سروکار نہیں نتیجہ یہ ہے کہ وہ میرے نام پر جان دیتی ہے، میری خاطر گھر بار چھوڑنا، اقربا سے قطع تعلق کرلینا جائداد سے دست بردار ہونا، اور تمام عمر میرے ساتھ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا اس کے نزدیک عشق صادق کی علامت ہے۔

فرخ سیر:۔

دلربا۔ ناز و نعمت کی پلی ہوئی ہے، عمر بھر کبھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھا وہ بیچاری کیا جانے کہ افلاس و نکبت کی زندگی کیا معنے رکھتی ہے، اور محبت کے لیئے دولت کسقدر ضروری ہے؟

جوان بخت:۔

وہ ابھی ابھی قدیم پابندیوں سے آزاد ہوئی ہے اور قدرتی طور پر اس آزادی سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے، میں اس کی طبیعت سے بخوبی واقف ہو چکا ہوں، اگر میں اپنا اصلی نام ظاہر کردیتا اور رسم قدیم کے بموجب باقاعدہ پیغام بھجواتا تو وہ اس طریقہ کو ہرگز پسند نہ کرتی۔

فرخ سیر:۔

اس کے پسند کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے، فصاحت بیگم تمہاری موافق ہو جاتیں اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔

جوان بخت:۔

میں خود بھی اسے جائز نہیں رکھتا کہ ایک لڑکی کی مرضی کے خلاف اس سے شادی کروں۔ بہرحال اب اس کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔

فرخ سیر:۔

تو پھر کون امر مانع ہے؟

جوان بخت:۔

ابھی والد صاحب کا عندیہ نہیں معلوم ہوا۔ تم جانتے ہو کہ شفقت پدرانہ کے باوجود وہ ان معاملات میں کس قدر سخت گیر ہیں۔ اور پھر نہیں معلوم فصاحت بیگم کے رجحانات کدھر ہیں، وہ ایک بیوقوف عورت ہے جسکی گفتگو سے اس کے خیالات کا پتہ چلانا ذرا دشوار ہے۔

فرخ سیر:۔

جوان بخت تم خوش نصیب ہو کہ دلربا جیسی چاہنے والی لڑکی تمہیں ملی ہے تم اس محبت کی قدر نہیں کرتے۔

جوان بخت:۔

تمہیں یہ کہنے کا کیا حق ہے تم نے کب کسی کی محبت کی قدر کی ہے؟

فرخ سیر:۔

نسیمہ کو میرے ساتھ وہ عشق نہیں ہے جو دلربا کو تمھارے

ساتھ ہے۔ وہ اس نسبت پر محض اس لیئے شاکر ہے کہ اس کے باپ کی یہ آخری وصیت تھی۔

جوان بخت:۔

یہ تم کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ اسے تمھارے ساتھ محبت نہیں ؟

فرخ سیر:۔

اسکی بے التفاتی، اسکا صبر و سکون، اسکی صحت، اسکی بے فکری ہر چیز اسکا ثبوت دے رہی ہے۔

جوان بخت:۔

نسیمہ ایک تندرست، خوش مزاج اور خوش خوراک لڑکی ہے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ تمھاری طرح دن رات آہ و فغاں میں اپنا جی ہلکان کرلے ابھی اس کے کھیل کود کے دن ہیں، سہیلیوں میں بیٹھ کر ہنسنا بولنا گانا بجانا اس کی فطرت کا تقاضہ ہے، تم جسے سرد مہری کہتے ہو اس کو میں جوش صحت سمجھتا ہوں۔

فرخ سیر:۔

نہیں جوان بخت، نسیمہ کو میرے ساتھ محبت نہیں ہے۔

جوان بخت:۔

وہم کا کوئی علاج نہیں، (غفور داخل ہوتا ہے)

غفور:۔

حضور، میر صاحب تشریف لائے ہیں۔

جواں بخت:۔

اچھا انہیں یہیں بلا لے (غفور چلا جاتا ہے)

فرخ سیر:۔

یہ کون بزرگ ہیں؟

جواں بخت:۔

یہ ایک دلچسپ آدمی ہیں۔ اپنی زباندانی پر انہیں ناز ہے، ضلع جگت کے ماہر ہیں۔ شعر نہیں کہتے۔ مگر نثر میں شاعری کرتے ہیں۔ عاشق فراج بھی ہیں، دلربا کی محبت کا دم بھرتے ہیں، اور اپنے فرضی رقیب یعنے دلشاد کی شکایت سے بھرے رہتے ہیں۔

فرخ سیر:۔

انہیں خبر نہیں کہ دلشاد کون ہے؟

جواں بخت:۔

یہ جانتے تو مجھے اپنا رازداں کیوں بناتے؟ (میر صاحب دوپلڑی ٹوپی اور انگرکھا پہنے ہوئے بڑے تپاک سے داخل ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو کا طریقہ ایک خاص انداز رکھتا ہے۔ پھر اس پر بار بار کمر لچکانا اور انگلیاں شکانا اور بھی غضب ڈھاتا ہے)

میر صاحب:۔

چشم ما روشن دل ما شاد۔

جوان بخت:۔

واہ، واہ، خوب، اس میں بھی آپ نے اپنے نام کی رعایت رکھی، آپ سے ملئے، میرے عزیز فرخ سیر... میرے دوست میر ارشاد علی صاحب

میر صاحب:۔

(ہاتھ ملاتے ہوئے) زہے نصیب، میں اسے اپنی فرخی سمجھتا ہوں۔

فرخ سیر:۔

آپ کی عنایت۔

میر صاحب:۔

جوان بخت۔ آج تو کچھ ہمارا بخت واژوں ہو گیا، اتنی دور سے تھکے ماندے آ رہے ہیں، نہ یہاں بیٹھنے کے لیئے کوئی کرسی ہے نہ لیٹنے کے لیئے کوئی صوفہ

جوان بخت۔

دیوان خانہ میں ابا جان بیٹھے ہوئے ہیں، اسی لیئے میں اپنے احباب کو وہاں نہیں لے جا سکتا، کہیئے تو یہیں کرسیاں منگوا لوں

میر صاحب:۔

واللہ، آپ بھی ناحق تکلف کرتے ہیں، ابھی کھڑے کھڑے باتیں کر لیں گے

ایک دن کھڑے پیر کا روزہ ہی سہی

فرخ سیر:۔

(طنزاً) آپ تو بڑے ضلع باز ہیں، کسی لفظی رعایت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

میر صاحب:۔

نوازش۔ سرفرازی۔

جوان بخت:۔

اس کس میرسی کے زمانہ میں یہی ایک اردو کے نام لیوا رہ گئے ہیں اور لطف زبان تو گویا میر صاحب کے ورثہ میں آیا ہے۔

میر صاحب:۔

بندہ پرور، اردو ہمارے گھر کی زبان ہے گو ہم شاعر نہیں لیکن بڑے بڑے شعرائے لکھنو سے اکتساب فیض کیا ہے، ارے اِن آنکھوں سے وہ وہ مشاعرے دیکھے ہیں کہ شاید غالب اور ذوق کو بھی دیکھنا نصیب نہ ہوئے ہوں گے

فرخ سیر:۔

بیشک وہ بیچارے شاعری کیا جانیں۔

میر صاحب:۔

فصیح الدولہ کے مشاعرے بلاغت جنگ کی مجلسیں فراغت بیگ

کی محفلیں، کوئی کس کس کو یاد کرے (ایک آہ سرد بھر کر) اب وہ باتیں خواب ہو گئیں وہ لوگ نہیں رہے، وہ زمانہ نہیں رہا۔ ہر طرف نئی انجمنیں آراستہ ہیں، نئے دور کا آغاز ہے، شعر و سخن کی بجائے صنعت و حرفت، شمع و پروانہ کے عوض برقی قوت اور مئی و معشوق کی جگہ کاروبار معیشت نے لے لی ہے۔

جوان بخت:۔
کہئے آپ کی عاشقی کس منزل پر ہے۔

میر صاحب:۔
آہ، یہ تذکرہ چھیڑ کر کسی کے زخموں پر نمک چھڑکنے سے کیا فائدہ۔

فرخ سیر:۔ فرمائیے فرمائیے۔

میر صاحب:۔
مولانا کیا عرض کریں، جب سے اس کوچہ میں قدم رکھا ہے دم آنکھوں میں آگیا ہے۔ جہاں وہ صورت نظر آئی، بس ہم صورت تکتے رہ گئے

فرخ سیر:۔
آپ تو بڑے ادا شناس ہیں۔

میر صاحب:۔
اور جب وہ نیم مغربی نیم مشرقی وضع کا سرخ لباس پہنے ہوئے مست خرام ہوتا ہے۔

فرخ سیر:۔

ہوتا ہے !!!

میر صاحب:۔

آپ برا نہ مانیں، یہ ہماری زبان ہے، ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں اردو ہمارے گھر کی زبان ہے۔

فرخ سیر:۔

آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں ہرگز آپکی زبان پر اعتراض نہیں کر رہا تھا بلکہ.....

میر صاحب:۔

ہے ہے یہی تو نکتہ ہے جس کو سمجھنے سے عوام قاصر ہیں، آپ اگر اساتذہ کے کلام کا مطالعہ کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اہل زبان معشوق کو ہمیشہ مذکر باندھتے ہیں۔

جوان بخت:۔

کہئے کہئے۔

میر صاحب:۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا جب وہ سرخ لباس پہنے ہوئے مست خرام ہوتا ہے (فرخ سیر کی طرف دیکھکر) کہئے، اب بھی آپ کو اعتراض ہے۔

فرخ سیر

اساتذہ کے کلام کی سند پیش کرنے کے بعد کس کو اعتراض ہو سکتا ہے۔

میر صاحب:۔

آپ برا نہ مانیں، جو لفظ ہمارے منہ سے نکلے وہی محاورہ ہے۔

جواں بخت:۔

آپ معشوق کا تذکرہ کرتے کرتے تذکیر و تانیث کی بحث میں کیوں الجھ گئے؟

میر صاحب:۔

ایک ایسے شخص کے لیئے جو زبان داں نہیں ہے اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے کہ اس قسم کے اعتراضات سے دل کو کس قدر صدمہ پہنچتا ہے، ہم آپ سے سچ عرض کرتے ہیں آپ ہمارے لباس پر حرف رکھیں، ہماری سیرت کی دھجیاں اڑائیں، ہمارے خاندان کی مردہ ہڈیوں کو اکھیڑیں، لیکن للہ ہماری زبان کے متعلق اس قسم کے کلمات زبان سے نہ نکالیں۔

(نوکر داخل ہوتا ہے)

غفور:۔

حضور بڑے سرکار نے یاد فرمایا ہے۔

جواں بخت:۔

ابھی آیا۔ (نوکر چلا جاتا ہے)

فرخ سیر:-

اب تو ہم چلتے ہیں۔

میر صاحب:-

ہمیں بھی اجازت دیجئے، آپ حضرات کی سمع خراشی تو ہوئی ہوگی
لیکن ہم اپنی فطرت سے مجبور ہیں واقعہ یہ ہے کہ کسی چیز سے ہمارے دل کو اتنی
ٹھیس نہیں لگتی جتنی کہ اس قسم کے لغو اور بے معنی اعتراضات سے رنج ہوتا ہے۔

فرخ سیر:-

(کسی قدر چڑکر) میر صاحب! معاف کیجئے، قصور ہوگیا، آیندہ کبھی ایسا
گناہ سرزد نہ ہوگا۔

(میر صاحب اور فرخ سیر دروازہ کے قریب پہنچکر ٹھیر جاتے ہیں)

میر صاحب:-

نہیں قبلہ، یہ گستاخی نہیں ہوسکتی، آپ ہمارے کرم فرما ہیں، آپ پہلے۔

فرخ سیر:-

یہ بیکار تکلفات ہیں، آپ چلئے، میں چلتا ہوں۔

میر صاحب:-

واہ، آپ بندے کو شرمندہ کرتا چاہتے ہیں

فرخ سیر:۔

اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے؟

میر صاحب:۔

آج میں آپ سے پیش قدمی کر جاؤں تو کل دنیا کو کیا منہ دکھا سکتا ہوں

فرخ سیر

خیر تو میں ہی پہلے چلتا ہوں ۔ آداب عرض ہے ۔

میر صاحب:۔

آداب عرض ہے (دونوں چلے جاتے ہیں)

ایک دوسرا
دوسری سیر جوان بخت کامران کا دیوانخانہ

(کمرہ قیمتی فرنیچر، رنگین تصاویر اور مختلف قسم کے جدید و قدیم ہتھیاروں سے آراستہ ہے، نواب کامران مہین ململ کا کرتہ اور ڈھیلا مارکین کا پائجامہ پہنے ہوئے بیچ کے صوفہ پر بیٹھے حقہ پی رہے ہیں، جیسے ہی پردہ اٹھتا ہے جوان بخت نہایت مودبانہ طریقہ سے داخل ہو کر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے)

جوان بخت:۔

قدم بوسی عرض ہے۔

نواب۔

جیتے رہو۔ اِدھر آؤ، اس کرسی پر بیٹھ جاؤ (جوان بخت پاس کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) میں نے تمھیں اس لیئے بلایا تھا کہ چند اہم امور سے جنکا تعلق تمھاری زندگی سے ہے تمھیں باخبر کروں۔

جوان بخت:۔

فرمایئے۔

نواب:۔

تم جانتے ہو کہ میں کوئی کام بغیر تمہارے مشورہ کے نہیں کرتا۔

جوان بخت:۔

درست۔

نواب:۔

اور مجھے ہمیشہ صرف تمہاری ہی راحت و آرام کا خیال رہتا ہے، ماں باپ کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کی بات نہیں کہ انکی اولاد دنیا میں پھلے پھولے، انکی تمام عمر کی محنت کا یہی ایک ثمر ہے اور قدرتی طور پر وہ انہیں جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

جوان بخت:۔

بیشک۔

نواب:۔

جان پدر، تم جانتے ہو کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں اور بس چند روزہ مہمان ہوں ہاتھ پاؤں پہلے ہی جواب دے چکے تھے، اب ہوش و حواس بھی معطل ہو رہے ہیں۔

جوان بخت:۔

ابا جان! آپ یہ کیا فرماتے ہیں، خدا آپ کو صد و سی سال سلامت رکھے آپ سے زیادہ ضعیف العمر حضرات ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرتے ہیں، اور کبھی

موت کا نام تک نہیں لیتے، آپ کیوں اس منحوس خیال کو پاس آنے دیتے ہیں؟

نواب :۔

آہ، جوان بخت، زندگی کا بھروسہ نہیں تم نہیں دیکھتے کہ کیسے کیسے طاقتور نوجوان آن کی آن میں آنکھوں کے آگے سے گذر جاتے ہیں؟

جوان بخت :۔

حضرت قبلہ، مجھے اندیشہ ہے کہ ان مایوس کن خیالات کا آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔

نواب :۔

اس دنیا میں جو بشر پیدا ہوتا ہے، وہ ایک دن مرجاتا ہے بچپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا یہی دنیا کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔

جوان بخت :۔

بجا ہے۔

نواب :۔

اب جبکہ تم جوان ہو گئے ہو اور میں بوڑھا ہو رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اپنے نور نظر کو اس دنیا میں سرسبز دیکھوں۔

جوان بخت :۔

یہ آپ کی شفقت ہے ۔

نواب :۔

اور تمہارے لیئے کوئی ایسا مستقل بندوبست کردوں کہ تم کو کسی کی محتاجی نہ رہے ۔

جوان بخت :۔

یہ آپ کی عنایت ہے

نواب :۔

یوں تو تم فوج میں لفٹنٹ ہو اور تنخواہ کے علاوہ گھر سے بھی کچھ نہ کچھ رقم ماہ بماہ منگواتے رہتے ہو لیکن میرے خیال میں ایک نوجوان امیرزادہ کے لیئے جس کی ساری عمر عیش و عشرت میں گذری ہو آمدنی کے یہ ذرائع بالکل ناکافی ہیں ۔

جوان بخت :۔

یہ بالکل صحیح ہے، اور اسی لیئے میں ہمیشہ مقروض رہتا ہوں ۔

نواب :۔

تمہارے تمام قرضوں کی ادائی اور آئیندہ بے فکری کی زندگی بسر کرنے کا انتظام کردیا گیا ہے ۔

جوان بخت :-

(خوشی سے اچھلکر) کس منہ سے میں آپ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کروں اگر میرا ہر موئے تن ایک زبان ہو جائے تو بھی یہ حق ادا نہو سکے گا

نواب :-

بیٹیا۔ اس شکریہ کا مستحق میں نہیں ہوں، بلکہ وہ نیکبخت لڑکی ہے جسکی بدولت تمھیں امن و آسائش کی زندگی بسر کرنے کا موقع ملے گا۔

جوان بخت :-

میں آپ کا مفہوم نہیں سمجھا، آپ کس لڑکی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ؟

نواب :-

میں تم سے کہنا بھول گیا تھا، جس جائداد کا میں نے ابھی ابھی تذکرہ کیا ہے اس کے ساتھ ایک لڑکی کا دُم چھلا بھی لگا ہوا ہے (جوان بخت یہ سن کر ذرا پریشان ہو جاتا ہے) میں تمھاری پریشانی کا اندازہ لگا سکتا ہوں، یہ نہ سمجھنا کہ مجھے تمھارے ساتھ ہمدردی نہیں یا یہ کہ میں دیدہ و دانستہ تمھیں آگ میں جھونک رہا ہوں، لیکن میں مجبور تھا، اس شرط کے بغیر لڑکی کے سرپرست جائداد کی منتقلی پر کسی طرح راضی نہیں ہوتے تھے (اس انکشاف کے بعد جوان بخت کی حالت دگرگوں ہونے لگتی ہے اور نواب اس کی یوں تسلی کرتے ہیں) اسمیں شک نہیں کہ جہیز کے

ساتھ بیاہ کا جھگڑا نہ ہوتا تو میں تم کو اپنے سے زیادہ خوش نصیب سمجھتا لیکن اسکو کیا کیجئے کہ دنیا خود غرضی پر قائم ہے اور کوئی شخص بغیر اپنے نفع کے کوئی کام نہیں کرتا۔

جوان بخت:۔

اگر آپ نے کہیں پر میری نسبت ٹھیرادی ہے تو میں صاف صاف عرض کر دیتا ہوں کہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں۔

نواب:۔

تو کیا تمھارا ارادہ عمر بھر مجرد رہنے کا ہے؟

جوان بخت:۔

جو لڑکی میری دیکھی بھالی نہیں اس کے ساتھ شادی کرنے میں میں کوئی خوبی نہیں پاتا۔

نواب:۔

جو لڑکی تمھاری دیکھی بھالی نہیں اس میں تم کونسا عیب نکال سکتے ہو۔

جوان بخت:۔

اب جبکہ آپ مجبور کر رہے ہیں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ میں پہلے سے کسی اور کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں۔

نواب :-

میری بغیر اجازت تمھیں اس قسم کے وعدے کرنے کا کیا حق تھا؟

جواں بخت۔

میں اپنے دل سے مجبور تھا۔

نواب :-

عقل کے دشمن، ایسا ہی تیرا کسی نازنین پر دل آیا ہے تو ایک سال کے وقفہ سے نکاح ثانی کرلے۔

جواں بخت :-

ایک بیوی ہی جان پر بھاری ہوتی ہے دو دو کی کون نازبرداری کرے۔

نواب :-

دیکھو صاحبزادے، یہ ضد اچھی نہیں، بزرگوں کا کہنا مانو۔

جواں بخت :-

یہ میرے بس کی بات نہیں۔

نواب :-

تو کیا میں یہ نتیجہ نکالوں کہ تمھیں میرے احکام کی تعمیل سے انکار ہے؟

جوان بخت:۔
مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں

نواب:۔
(غصہ سے آگ بگولہ ہو کر) بس بہت دیر تک میں تمھاری بیہودہ گفتگو سنتا
اب ان خرافات کی میرے سینہ میں تاب نہیں۔

جوان بخت
اس کا تو کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔

نواب:۔
جواب سوال کی ضرورت نہیں، میں تمھاری طلعت منحوس نہیں دیکھ
چاہتا۔ میرے سامنے سے نکل جاؤ۔

جوان بخت:۔
قبلہ، میرا کچھ قصور بھی!!

نواب:۔
دور ہو میرے سامنے سے۔

جوان بخت:۔
(کرسی سے اُٹھ کر)
آپ ناحق برہم ہوتے ہیں

نواب :-

(صوفہ سے اُٹھکر) زباں دراز، گستاخ، بے ادب، پہلے سے منہ کالا کرے گا کہ نہیں۔

جواں بخت :-

آپ خواہی نہ خواہی بگڑ رہے ہیں۔

نواب :-

بدتمیز، میں بگڑ رہا ہوں یا تو بگڑ رہا ہے، تیرے عادات بگڑ رہے ہیں، تیرا چال چلن بگڑ رہا ہے، تعلیم پانے کا یہی اثر ہوا کہ ماں باپ سے ہم کلامی کرتا ہے۔

جواں بخت :-

جی ہاں، کل کے دن آپ کسی جاہل مطلق کو لاکر سامنے کھڑا کردیں اور کہیں اس کے ساتھ زندگی بسر کرو تو یہ کیسے ممکن ہے۔

نواب :-

مجھے اختیار حاصل ہے۔ میں چاہوں جاہل مطلق کو تیرے گلے مڑدوں اور چاہوں تو پرلے سرے کی بدمزاج، بدشکل، بدذات عورت کے ساتھ تیرا نکاح پڑھوا دوں، بحیثیت ایک اطاعت گذار فرزند کے تیرا فرض ہے کہ میرا حکم سر آنکھوں پر رکھے اور اس عورت کی محبت کا دم بھرے جسے

میں نام زد کروں۔

جواں بخت:۔

یہ تو قیامت تک ممکن نہیں۔

نواب:۔

دیکھ نالایق مجھے غصہ مت دلا۔ (غصہ سے کانپتے ہوئے) میں بہت نرمی سے کام لے رہا ہوں، میری نرمی سے ناجائز فائدہ مت اٹھا، ناخلف ناہنجار، میں جس قدر جذبات کو اپنے قابو میں رکھتا ہوں تو اتنا ہی بے قابو ہوتا جاتا ہے۔

جواں بخت:۔

حضرت قبلہ میں نے کیا کہا۔

نواب:۔

پھر وہی گستاخی کی باتیں، میں تو تیرے ساتھ اس قدر شفقت سے پیش آتا ہوں اور تو میرے ساتھ بد کلامی کرتا ہے، یاد رکھ، میرے احکام کی خلاف ورزی کرکے تو اس شہر میں نہیں رہ سکے گا۔ تو اس ملک میں نہیں رہ سکیگا، اس دنیا میں نہیں رہ سکے گا، اس نظام شمسی میں.......

جواں بخت:۔

بہتر ہے، میں کوئی دوسرا نظام شمسی تلاش کروں گا۔

نواب :-
تجھے اپنے کمیشن پر گھمنڈ ہوگا، میں تیرا کمیشن چھنوا دوں گا، تیرا اونس موقوف کردوں گا، تیری آمدنی کے تمام ذرائع مسدود کردوں گا۔

(جوان بخت خاموش چلا جاتا ہے)



ایکٹ دوسرا
سین تیسرا جوان بخت کا مکان پیش دالان

(جوان بخت نہایت ہی غم و غصہ کی صورت بنائے ہوئے داخل ہوتا ہے
دوسری جانب سے غفور جسے اس واقعہ کی اطلاع ہے آتا ہے)

غفور:۔

حضور، خاصہ تیار ہے' (جواب ندارد) حضور، خاصہ تیار ہے (جوان بخت
اپنی دھن میں ٹہلتا رہتا ہے' غفور پھر کہتا ہے) حضور خاصہ تیار ہے

جوان بخت:۔

میں بہرا ہوں جو تو بار بار چلاتا ہے؟

غفور:۔

حضور، میں نے کیا کہا؟

جوان بخت:۔

خاموش رہ مجھے تیرے سوال کا جواب دینے کی فرصت نہیں۔

غفور :-

میں نے کیا سوال کیا ؟

جوان بخت :-

زبان درازی کرتا ہے، اللہ کی شان، اب تو بھی پلٹ کر جواب دینے کے قابل ہوا ؟ مردود، اتنے رسید کرونگا کہ دماغ درست ہو جائے

غفور :-

بڑے سرکار آپ پر خفا ہوئے تو اسمیں میرا کیا قصور ہے ؟

جوان بخت :-

قصور!!! ابے او سراپا قصور! دو کوڑی کی ذات لے کر اُلٹی سیدھی بحث کرتا ہے، کمینہ کہیں کا۔

غفور :-

حضور میں نے کیا بحث کی ؟

جوان بخت :-

پھر وہی زبان درازی، وہی ہم کلامی، دیکھ غفور میں تجھے راستی سے کہتا ہوں اس گھر میں رہنا ہے تو اچھی طرح سے رہ، ورنہ تیرا اختیار ہے جہاں چاہے نوکری کرلے آئندہ سے کبھی ایسی باتیں سنونگا تو تجھے اسوقت لاتیں مار کر گھر سے نکالدونگا۔

(جوان بخت چلا جاتا ہے۔ اور غفور اپنے آقا کی طرح غصہ میں اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے۔ اتنے میں چھوکرا داخل ہوتا ہے)

چھوکرا:۔
غفور صاب وہ کرسیاں اٹھا کر کمرہ میں جماتا ہے

غفور:۔
(غصہ سے) تیرے باپ کا نمک کھایا ہے یا تیرے دادا کی روٹیاں توڑی ہیں؟

چھوکرا۔
غفور صاب حضت میں کیا بولا، چپ کا چپ آپ سے اونٹ رہے ہیں۔

غفور:۔
مردود، اور اُلٹے مجھ سے بحث کرتا ہے، بچہ جی، سنبھلے ہوئے رہنا ورنہ یاد رہے ایسا گھونسہ لگاؤں گا کہ ہڈی پسلی گول ہو جائے گی۔

چھوکرا:۔
گالیاں کس کو دے رہے ہیں۔

غفور:۔
بدمعاش ڈانٹتا ہے، مردود (دھول لگا کر) سر توڑ دونگا۔

چھوکرا:-

ہائیں کس کو مار رہے ہیں۔ کیا ہے، سرکار سے بولونگا۔

غفور:-

سرکار سے بولتا۔ (ایک دھول لگاکر) سرکار سے بولتا (دوسری دھول جماکر) سرکار سے بولتا (تیسری دھول لگاکر)

چھوکرا:-

(روتے ہوئے) مارو، مارو، مارو (چھوکرا آگے آگے اور غفور پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے)



ایک دوسرا

سین چوتھا لال میدان کا ایک غیر آباد حصہ

(ایک طرف سے نوبہار چادر اوڑھے ہوئے ہاتھ میں ایک گلابی رنگ کا لفافہ لیئے ہوئے داخل ہوتی ہے دوسری جانب سے کپتان شیر خاں شلوار اور کوٹ پہنے ہوئے، زرین کلاہ پر ریشمی صافہ باندھے اپنی بڑی بڑی گلدار مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے تشریف لاتے ہیں، خانصاحب کا سن شریف پچاس پچپن کے لگ بھگ ہے، تن و توش توانا، ہاتھ پاؤں مضبوط، رنگ گندمی، لب و لہجہ ایک خاص قسم کا، چہرے سے بیوقوفی ٹپکتی ہے صنفِ نازک سے انہیں ایسی دلچسپی ہے جسمیں، رنگ، عمر اور طبقاتی امتیازات کو کوئی دخل نہیں)

شیر خان:-

اتنی دیر سے کہاں تھی، اے میری حسین نامہ بر۔

نوبہار:-

(بناوٹی بھولے پن سے)

اللہ جانتا ہے، کب سے تلاش کر رہی ہوں۔

شیرخان:۔

میں تو یہیں بارود کھانہ میں بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا، تو کس راستہ سے گذری؟

نوبہار:۔

اللہ جانتا ہے میں تو بارود خانہ کے کوئی دس چکر لگا چکی۔

شیرخان:۔

شاید میں اس بکت جنگ کا نکشہ تیار کرنے میں مصروف تھا، یا بہت ممکن ہے کہ نیند کے گلبہ سے میری آنکھ لگ گئی ہو گی، کھیر کچھ بھی سہی، پہلے دلربا کا احوال سنا کہ اسکی محبت کا اب کیا رنگ ہے۔

نوبہار:۔

(خط دیکر) ۔ خط دیا ہے۔

شیرخان:۔

(خط لے کر پڑھتا ہے) "کھان صاحب، بعداز اشتیاک ملاکات واضح باد کہ بالفعل ملاکات کی کوئی سلسبیل نہیں نظر آتی (اوپر دیکھنے لگتا ہے) لیکن اس کا کھیال نہ کیجئے، میل جول اور باہمی اکھتلاج کو ملنے نہ ملنے سے کوئی تعلکی نہیں، یہ ارواحی کیفیتیں ہیں۔ انکی ماہیت بیان کرنا ایک دشوار امر ہے کھواہ وصال ہو یا فراکھ میں یکین دلاتی ہوں کہ میرا کالب ہمیشہ آپکی یاد میں مضطر رہیگا

جباب کی منتظر، وہ بدنصیب جو اپنا نام نہیں لکھ سکتی ۔"

مَاشَاءَ اَللّٰہ، چودہ برس کی عمر میں یہ فصاحت، ایک ایک لبظ اپنی جگہ ایسا جمایا ہوا ہے کہ اس کا وہاں سے ہٹانا مشکل ہے اور جو لبظ دوسرے لبظ کی جگہ بٹھایا گیا ہے وہ بھی اپنے موکع پر کچھ کم معنی نہیں پیدا کرتا۔

نوبہار:۔

میاں۔ وہ بہت پڑھی لکھی ہیں، بیگم صاحبہ نے انہیں کالج میں تعلیم دلائی ہے۔

شیر خان:۔

معلوم ہوتا ہے یہ لڑکی انگریزی کے علاوہ عربی۔ فارسی میں بھی گیر معمولی کابلیت رکھتی ہے، کھش نصیب ہے، وہ شوہر جسے ایسی تعلیم یافتہ بیوی ملے، نوبہار میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا اپنی بیگم صاحبہ سے جا کر عرض کر دے کہ بحمد اللہ لڑکی جوان ہے، (مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے) لڑکا بھی ہونہار شریف کھاندان، وضعدار اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے آمدنی معکول اور عادات و اطوار مکبول رکھتا ہے۔

نوبہار:۔

حضور اتنی جلدی نہ کریں۔

شیر خان:۔

تو اسے جلدی کہتی ہے؟ باون برس اس دیر بازی میں گذرے بیسوں جگہ پیغام بھجوایا کہیں بات نہیں ٹھیری، بعد از کھرابی بسیار تکدیر کی طرف سے کھانہ آبادی کا یہ ایک موکع ملا ہے تو، تو یہ چاہتی ہے کہ اسے بھی ہاتھ سے گنوا کر عمر بھر کفِ افسوس ملتا رہوں؟۔

نوبہار:۔

اب اجازت دیجیئے۔

شیر خان:۔

اپنا انعام تو لیتی جا (جیب میں سے دس روپیہ کا نوٹ نکال کر دیتا ہے)

نوبہار:۔

حضور، اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی، سرکار کی دعا سے خدا کا دیا بہت کچھ موجود ہے۔ (گھبراہٹ سے) دیکھیئے ادھر سے کوئی آرہا ہے (شیر خان سیٹی بجاتے ہوئے ایکطرف کو نکل جاتے ہیں، دوسری طرف سے غفور داخل ہوتا ہے)

غفور:۔

دھوکہ باز۔

نوبہار:۔

دھوکہ باز تو ہوگا، میں کیوں دھوکہ باز ہونے چلی۔

غفور:-

وہ خط کس کا تھا

نوبہار:-

وہ خط فصاحت بیگم کا تھا۔

غفور:-

تو سچ کہتی ہے؟

نوبہار:-

سچ نہیں تو کیا جھوٹ کہتی ہوں؟

غفور:-

کیا دنیا ہے، بڑھاپے میں لوگ ایک دوسرے کو عاشقانہ خطوط لکھیں تو نوجوانوں کو کوئی کیا کہے؟ ان کے تو محبت کرنے کا یہی موسم ہے اچھا، یہ تو کہہ کہ ہمارے سرکار کے نام بھی کوئی پیام سلام لائی ہے؟

نوبہار:-

پیام سلام کچھ نہیں، دلشاد میاں سے کہدے ادھر کا خیال چھوڑ دیں، پرسوں نواب کامران نے اپنے لڑکے جوان بخت مرزا کی نسبت بھجوائی ہے اور بیگم صاحبہ کا خیال ان کے سوائے کسی اور کو لڑکی دینے کا نہیں ہے

غفور:۔

کیا کہا، نواب کامران کے فرزند جوان بخت مرزا سے نسبت ٹھیری ہے؟

نوبہار:۔

ہاں ہاں، جوان بخت مرزا سے

غفور:۔

اچھا تو میں سرکار کے کان میں رکعت ڈالے دیتا ہوں، اب وہ جانیں ان کا کام جانے۔

نوبہار:۔

اور یہ بھی کہدے کہ میر صاحب کو بھی لٹکا سا جواب ملا ہے۔

غفور:۔

میر صاحب کو جواب مل گیا؟

نوبہار:۔

ہاں، اور کپتان شیر خان سے بھی ڈرنےکی کوئی بات نہیں وہ خود ایک بھاری مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں اُنہیں تنی عقل کہاں کہ کسی کے ہتکنڈوں کو سمجھ سکیں۔

غفور:-

توکیا سچ مچ وہ اس دھوکہ میں ہیں کہ ایک کمسن لڑکی انہیں یہ خطوط لکھتی ہے؟

نوبہار:-

ہاں وہ اسی دھوکہ میں ہیں۔

غفور:-

تو یوں کہو کہ جواں بخت مرزا کے سوا دلشاد میاں کا کوئی رقیب نہیں؟

نوبہار:-

مگر یہ بڑے پایہ کے رئیس زادہ ہیں۔

غفور:-

معلوم ہے، معلوم ہے (غفور خوش خوش چلا جاتا ہے اور نوبہار ششدر و حیران رہ جاتی ہے)

ایکٹ تیسرا
سین پہلا جوان بخت کا مکان ڈرائنگ روم

(جوان بخت اور اس کے پیچھے غفور داخل ہوتا ہے۔ جوان بخت مارے خوشی کے پھولوں نہیں سماتا اور غفور بھی بیحد خوش ہے)

جوان بخت:۔
غفور۔ سچ سچ کہنا۔ اس واقعہ کی تصدیق ہوگئی؟

غفور:۔
حضور۔ خود نوبہار نے کہا۔ اور وہ بھی پورے یقین کے ساتھ۔

جوان بخت:۔
کیا فی الحقیقت اباجان اسی لڑکی سے میرا عقد کرنا چاہتے ہیں جسکے ساتھ میں فرار کی تیاریاں کر رہا تھا؟ عجیب حسن اتفاق ہے، کل شام تک میں دنیا کا سب سے بدنصیب انسان تھا۔ آج میرے برابر کوئی خوش نصیب نہیں۔

غفور:۔

خداوند! بڑے سرکار تشریف لا رہے ہیں

جوان بخت:۔

اس وقت سب سے پہلے والد صاحب سے صلح کر لینا چاہئے انکی سادگی سے توقع ہے کہ وہ اس فعل کو اطاعت گزاری اور سعادتمندی سے تعبیر کریں گے۔ غفور تو یہاں سے چلا جا۔ اور دیکھ کسی کے آگے اسکا ذکر نہ آنے پائے

(ایک دروازے سے غفور چلا جاتا ہے اور نواب کامران غصہ میں بھرے ہوئے دوسری طرف سے داخل ہوتے ہیں)

جوان بخت:۔

(دو زانو جھک کر نہایت ادب کے ساتھ) حضرت قبلہ قدمبوسی

نواب:۔

میری آنکھوں کے آگے سے دور ہو۔

جوان بخت:۔

ابا جان، میں نادم ہوں۔

نواب:۔

دور ہو میری آنکھوں کے آگے سے۔

جواں بخت :۔

ابا جان، میں اپنی حرکت پر پشیمان ہوں

نواب :۔

کیا کہا، پھر سے کہنا۔

جواں بخت :۔

میں اپنی حرکت پر پشیمان ہوں، میرا قصور معاف کیجئے، میں نے آپ کا رتبہ نہیں پہچانا۔

نواب :۔

ہوں، اب عقل آئی۔

جواں بخت :۔

اس مسئلہ پر کافی غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ والدین کے جو حقوق اولاد پر ہیں ان کے آگے اولاد کی خوشیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، آپ نے بکمال شفقت پرورش کی، کھلایا، پلایا، تعلیم دلائی جوان کیا نوکر رکھایا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں ان نوازشوں کو بھول جاؤں ؟

نواب :۔

(خوش ہو کر)

یہ سمجھ داری کی بات ہے۔

جوان بخت :-

آپ جس لڑکی سے کہتے ہیں میں شادی کرنے کو تیار ہوں، اگر وہ جاہل ہے تو کوئی پروا نہیں بدصورت ہے تو کوئی مضائقہ نہیں بدمزاج ہے تو کوئی ہرج نہیں (سر جھکا کر) میں اپنے پیارے ابا کو کبھی ناخوش نہ کروں گا۔

(نواب کامران خوش ہو کر جوان بخت کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں،

(اور اس کے بعد جتنی گفتگو ہوتی ہے ہر لفظ سے محبت ٹپکتی ہے)

نواب :-

خدا تجھے سعادت دارین نصیب کرے، بیشک اطاعت گزار اولاد کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے۔

جوان بخت :-

(جھوٹی ندامت کے لہجے میں) جدید تعلیم کے مہلک اثرات مجھے آزادی اور گمراہی کی طرف لے جا رہے تھے، لیکن خدا نے بڑا ہی فضل کیا، آپ کی تنبیہ کے بعد یکایک قلب پر ایک پراسرار کیفیت طاری ہوئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ پوشیدہ حقایق مجھ پر منکشف ہو رہے ہیں، اس کے بعد ہی میں نے ٹھان لی کہ اپنی خواہشات، اپنے ارمان، حتیٰ کہ اپنی زندگی تک اپنے شفیق باپ کے قدموں پر قربان کر دوں گا۔

نواب :۔

بس بیٹا، بس، اس سے زیادہ اطمینان دلانے کی ضرورت نہیں اُس دن غصہ میں نہ جانے زبان سے کیا کیا نکل گیا؟

جوان بخت :۔

آپ فرما رہے تھے کہ میرے لیئے کسی جاہل لڑکی کا انتخاب کیا گیا ہے اسی پر میں برہم ہوگیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں گو جہالت عورت کے لیئے بہترین زیور ہے پھر بھی چونکہ دور جدید کا رجحان صحیح یا غلط طور پر تعلیم نسواں کی طرف ہے، میں تعلیم یافتہ بیوی کا خواہاں تھا لیکن اب جبکہ جناب کی مرضی معلوم ہو چکی ہے میں جاہل سے جاہل لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے لیئے تیار ہوں

نواب :۔

سچ کہنا، کیا یہ تیرے حقیقی جذبات ہیں، یا فقط میری خوشنودی کیلئے تو ایسی باتیں کر رہا ہے؟

جوان بخت :۔

ان جذبات کی صداقت میں کوئی کلام ہے؟

نواب :۔

نہیں، نہیں۔

جوان بخت:۔

علاوہ ازیں جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ کریہ منظر اور بدمزاج ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عوام خوبصورتی اور نیک سیرت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، جس کو میں ان کا توہم خیال کرتا ہوں، لیکن مجھے اس دنیا میں رہنا ہے۔ اس سبب سے میں رائے عامہ کو بالکل ٹھکرا نہیں سکتا

نواب:۔

جوان بخت، تو یا تو پرلے سرے کا بے وقوف ہے یا ضرورت سے زیادہ چالاک۔

جوان بخت:۔

اس کا تصفیہ آپ مجھسے بہتر کر سکتے ہیں۔

نواب:۔

کیا میں واقعی اتنا کم عقل ہوں کہ تیری نسبت ایک جاہل اَن پڑھ، بدصورت، بدسیرت لڑکی سے کروں، ارے وہ تو غصہ میں چند کلمات زبان سے نکل گئے تھے، تیرے لیئے جس لڑکی کا انتخاب کیا گیا ہے وہ ایسی حسین، تعلیم یافتہ، دولتمند اور خوش مزاج ہے کہ بڑے بڑے رئیس زادے اس کے دروازہ پر ماتھے رگڑتے ہیں۔

جوان بخت :۔

(بناوٹی بھولے پن سے) وہ کون ہو سکتی ہے ؟

نواب :۔

تونے کبھی فصاحت بیگم اور ان کی خوبصورت بھانجی کا نام بھی سنا ہے ؟

جوان بخت :۔

فصاحت بیگم !! یہ وہی فصاحت بیگم تو نہیں جو مدرسہ نسواں میں معلمہ ہیں ۔

نواب :۔

نہیں تو وہ لوگ صاحب جاگیر ہیں ۔

جوان بخت :۔

پھر تو کوئی اور ہونگی ، خیر آپ نے کسے انتخاب فرمایا ہے ، خالہ کو یا بھانجی کو ؟

نواب :۔

تو فوج میں رہنے کے قابل نہیں ، اس عمر میں ہم چودہ برس سے زیادہ عمر والی لڑکی کی طرف نظر تک نہیں اٹھاتے تھے ، شادی کرنا تو بڑی بات ہے ، تو پوچھتا ہے ، خالہ یا بھانجی معلوم ہوتا ہے تیرے پہلو میں دل نہیں

پتھر ہے۔ بخدا میں کہیں جوان ہوتا تو تیرے بجائے اپنا پیغام بھجواتا۔

جوان بخت :-

جناب کو بھانجی پسند ہے تو فدوی خالہ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے، یا اگر التفات والا خالہ کی طرف ہے تو غلام کو بھانجی سے عقد کرنے میں کوئی عذر نہیں۔

نواب :-

(محبت سے) جوان بخت، یہ غیر معمولی ایثار بے سبب نہیں تو لڑکی سے واقف ہے۔

جوان بخت :-

جیسی چاہے ویسی قسم لیجئے۔

نواب :-

قسم کھانے کی ضرورت نہیں، وہ لڑکی نئی روشنی میں پرورش پائی ہوئی ہے، ایک نہیں سو مرتبہ تو اسکی صورت دیکھ سکتا ہے۔

جوان بخت :-

حضرت قبلہ وہ بے پردہ سہی، میں کیسے ایک نامحرم لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہوں۔

نواب:۔

کیسی ملاّؤں کی سی باتیں کر رہا ہے ارے تیری عمر میں اپنی منسوبہ کو دیکھنے کے لیئے ہماری آنکھیں ترستی تھیں، یہ تیری خوش نصیبی ہے کہ تو ایسے زمانہ میں پیدا ہوا ہے جہاں لڑکیاں خود اپنی صورت دکھلانے کو تڑپ رہی ہیں کوئی عذر نہیں سن سکتا، تجھے اسی وقت فصاحت بیگم اور دلربا سے ملاقات کرنا پڑے گی۔

جوان بخت:۔

اس وقت معاف فرمایئے، ایک اہم سرکاری کام درپیش ہے، پھر کبھی حکم کی تعمیل کروں گا۔

نواب:۔

حکم کی تعمیل!!! ایک حسین لڑکی کو دیکھنے کے لیئے حکم کی ضرورت ہے جوان بخت، اس تعلیم نے تجھے دین دنیا کہیں کا نہ رکھا پہلے تو تو مونچھوں کا صفایا کر کے اپنا مردانہ وقار کھو بیٹھا، پھر شادی سے جی چرانے لگا۔ اور اب نسبت ٹھیر گئی ہے تو لڑکی سے گریز کر رہا ہے۔ لڑکے تو نے بزرگوں کے نام کو بٹہ لگا دیا۔

جوان بخت:۔

(سلام کر کے)

اب اجازت دیجیئے۔ (چلا جاتا ہے)

ایک تیسرا

دو ناراض دوست

سیر سبز اجوان بخت نسیمہ کا مکان شکی گاہ

(وسط میں ایک صوفہ اور دو کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ صوفہ پر نسیمہ اور فرخ سیر بیٹھے ہیں۔ یہ دونوں ایک مدت کے بعد ملے ہیں، آپس میں گلے شکوے ہو رہے ہیں)

فرخ سیر:-

نہیں نسیمہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔

نسیمہ

یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟

فرخ سیر:-

تمہاری بے التفاتی، تمہاری خاموشی ہر چیز اس کی شاہد ہے گذشتہ ہفتہ میں میں نے تمہیں دس خطوط لکھے لیکن تم نے ایک خط کا بھی جواب نہیں دیا

نسیمہ:-

فرخ سیر، تمہیں خطوط لکھنے کا مرض ہے، مجھے یقین ہے کہ یہ مرض بالآخر تمہاری روحانی ہلاکت کا باعث ہو گا۔ ایک تعلیم یافتہ مرد کے لیے جو

دنیا میں کوئی کام کرنا چاہتا ہے اس سے بڑھکر فضول عادت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے دوستوں کو خطوط لکھے۔

(فرخ سیر اس شوخی کا مطلب سمجھ کر مسکرانے لگتا ہے)

فرخ سیر:۔

اس لیئے تم کسی کو خط نہیں لکھتیں؟

نسیمہ:۔

ہاں، اور میں سمجھتی ہوں کہ خط لکھنا ایک نہایت ہی نا مہذب حرکت ہے، نواب کامران عورتوں کی تعلیم کے مخالف ہیں، میں مردوں کی خط و کتابت کے خلاف ہوں۔

فرخ سیر:۔

نسیمہ، نواب کامران تمھارے سرپرست ہیں۔ میں ان کی شکایت کرنا نہیں چاہتا خصوصاً جب کہ وہ اس وقت موجود نہیں لیکن میں تم سے کہتا ہوں وہ نہایت ہی مہمل خیال کے آدمی ہیں۔ آج تین روز سے میں تمھیں تھیٹر لے جانے کی اجازت مانگ رہا ہوں مگر وہ کسی طرح راضی نہیں ہوتے

نسیمہ

یہ ان کی ستم ظریفی ہے کہ لڑکیوں کو ایسی جگہہ جانے سے روکتے ہیں جہاں خود ان کے خیالات کی تلقین کی جاتی ہے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ

اخلاق اور مذہب پر جتنی طویل تقریریں ہندوستانی ناٹکوں میں کی جاتی ہیں وہ کسی وعظ کی محفل میں بھی نہیں سننے میں آتیں تو غالباً وہ مدرسہ چھڑا کر مجھے تھیٹریکل کمپنی میں شریک کرا دیتے۔

فرخ سیر:-

یہ سچ ہے کہ ہندوستانی ڈراموں میں ضرورت سے زیادہ نیکیوں پر زور دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ ملک کی کسی چیز سے اتنا بیزار نہیں ہے جتنا کہ اپنے کھیل تماشوں سے، مگر میں تمھیں ایک نئے طرز کا ڈرامہ دکھانا چاہتا تھا۔

نسیمہ:-

آہ، یہ نئے طرز کے ڈرامے قدیم طرز سے زیادہ بے لطف ہوتے ہیں، وہاں تو کم از کم لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں جس سے تماشائیوں کو ایک قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے، لیکن ان جدید ڈراموں میں سوائے علمی مباحث کے کچھ نہیں ہوتا۔

فرخ سیر:-

نسیمہ، کیا تمھیں علم سے محبت نہیں ہے؟

نسیمہ:-

علم سے صرف وہی لوگ محبت رکھتے ہیں جنہیں باقاعدہ تعلیم نہیں

دی گئی جیسی کہ فصاحت بیگم ہیں۔

فرخ سیر:۔

نسیمہ تمھیں فصاحت بیگم کے جذبات کا احترام کرنا چاہیئے، باوجود تعلیم یافتہ نہونے کے وہ اپنے طبقہ کو تعلیم دلانا چاہتی ہیں۔

نسیمہ۔

مجھے تو اس میں کوئی قابل احترام بات نہیں نظر آتی، میرے خیال میں جس عورت نے تمام عمر مدرسہ کی صورت نہیں دیکھی اس کے لیئے مدارس قائم کرنے کی کوشش کرنا ایک مضحکہ خیز امر ہے۔

فرخ سیر:۔

فصاحت بیگم کی طرف سے تمہیں یاہی بغض ہے، صرف اسی لیئے وہ دلربا کو ایک بیجا حرکت سے باز رکھنا چاہتی ہیں۔

نسیمہ

دلربا کی حرکت ہرگز بیجا نہیں، وہ اپنی مرضی کی آپ مختار ہے۔ اگر اس کا دل کسی ایسے پہ آیا ہے جو مال و دولت نہیں رکھتا تو اس میں کسی کا کیا نقصان ہے؟۔

فرخ سیر:۔

(مسکراتے ہوے) تم بھی دلشاد کی طرفدار ہو۔

نسیمہ:۔

کیوں نہیں، جو لڑکی دلربا کی دوست ہے وہ دلشاد کی طرفداری کرے گی۔

فرخ سیر:۔

نسیمہ، میں تمہیں ایک دلچسپ راز بتاتا ہوں، بشرطیکہ تم اُسے اپنی حد تک رکھو۔

نسیمہ:۔

کیا دلشاد سے متعلق؟

فرخ سیر:۔

دلشاد کا اس دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے، بلکہ وہ محض ایک فرضی نام ہے جسے چند دنوں کے لیئے میرے دوست جوان بخت مرزا نے اختیار کیا تھا، وہی جوان بخت جسکی نسبت دلربا سے ٹھیری ہے اور جو شاید اسی گھر میں رہتا ہے۔

نسیمہ

(حیرت سے اٹھکر) کیا سچ کہتے ہو، دلشاد جوان بخت کا فرضی نام ہے بھائی جوان بخت کا نام ہے؟

فرخ سیر:۔

ہاں، اسی نالائق کا نام ہے، تم اس کے گھر میں رہتی ہو، تم نہیں جانتیں

وہ ازل سے نئے نئے سانگ بھرنیکا عادی ہے، جب اس شہر میں وارد ہوئے تو سب سے پہلے صاحبزادے کو یہ سوجھی کہ ایک گمنام عاشق بن کر یہ لاگ محبت کا امتحان کریں، ابھی یہ آزمائشی امتحان ہو رہا تھا کہ نواب کامران آپہنچے، اس کے بعد جو کچھ ہوا تم مجھ سے بہتر واقف ہو۔

نسیمہ

میں دلربا سے سارا حال کہے دیتی ہوں، اس غریب پر کئی دن سے کھانا پینا حرام ہے۔ یہ خبر سنکر خوش ہو جائے گی۔

فرخ سیر:۔

ایسا غضب نہ کرنا تھوڑی دیر صبر کرو، جب وقت آئے گا تو جوان بخت خود اس راز کو فاش کر دے گا۔

نسیمہ

(شرارت کے لہجہ میں) مرد واقعی بڑے ہی دھوکہ باز ہوتے ہیں۔

فرخ سیر:۔

(محبت سے ہاتھ پکڑ کر) میں تو دھوکہ باز نہیں ہوں۔

نسیمہ:۔

کیا خبر ہے کہ آپ کا اصل نام کیا ہے۔ اور کس ارادہ سے یہاں تشریف لائے ہیں؟

فرخ سیر:۔

دیکھو! یہ سراسر ناانصافی ہے مجھ سے زیادہ ایماندار آدمی پردۂ زمین پر نہیں ملے گا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا نام فرخ سیر ہے۔ اور سوائے علمی مسائل کے مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔

نسیمہ:۔

جھوٹے پر خدا کی سنوار

(فرخ سیر پیاسے نسیمہ کا پنجا مڑوڑنے لگتا ہے)

[illegible]

ایک تیسرا
سین تیسرا فصاحت بیگم کا مکان دیوانخانہ

(فصاحت بیگم اور جوان بخت ایک اہم معاملہ پر گفتگو کر رہے ہیں)

فصاحت بیگم:-

نواب - آپ میرے نام سے واقف تھے ؟

جوان بخت:-

ملک کا کون ایسا فرد ہے جو فصاحت بیگم کے نام نامی سے واقف نہیں ؟ آپکی عالمگیر علمیت اور فاضلانہ مضامین کی ادبی حلقوں میں دھوم مچی ہوی ہے، کاش ہر عورت ایسی ہی تعلیم یافتہ ہوتی -

فصاحت بیگم:-

جب تک عورت تعلیم یافتہ نہو حقیقی معنی میں معلمہ نہیں بن سکتی -

جوان بخت:-

یہ جملہ آب زر سے لکھنے کے لایق ہے -

فصاحت بیگم:۔

زر زیور سے عورت کی زینت نہیں ہے، بلکہ عورت کا اصلی زیور تعلیم ہے۔

جوان بخت:۔

یہ واقعہ ہے، گو والد ماجد کو اس کے تسلیم کرنے سے انکار ہے۔

فصاحت بیگم:۔

نواب کامران دقیانوسی خیال کے آدمی ہیں۔ وہ تعلیم نسیان اور عورتوں مردوں کے باہمی اختلاج کو پسند نہیں کرتے، معلوم نہیں آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔

جوان بخت:۔

میں ہمیشہ سے تعلیم نسواں کا حامی رہا ہوں، میرے خیال میں مردوں سے زیادہ عورتوں کو تعلیم کی ضرورت ہے، مرد تو بغیر تعلیم کے زندگی بسر کر سکتے ہیں بلکہ بسا اوقات تعلیم سے مردوں کو نقصان پہنچتا ہے، برخلاف اسکے عورت جسے عملی زندگی میں حصہ لینا نہیں پڑتا مطالعہ کے لیئے زیادہ وقت دیسکتی ہے

فصاحت بیگم:۔

نواب، آپ کلیہ خوبیوں کے جامعہ ہیں۔

جوان بخت :-

نوازش -

فصاحت بیگم :-

کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کی تعلیم کہاں ہوئی ہے؟

جوان بخت :-

انگریزی کی تعلیم ہندوستان میں ہوئی، عربی کی تحصیل کیلئے مجھے اسپین بھجوایا گیا، اور فارسی کی تکمیل میں نے فرانس میں کی ہے -

فصاحت بیگم :-

ماشاءاللہ، ماشاءاللہ، خدا اور علم کا شوق عطا کرے، کبھی آپ چین میں بھی رہے ہیں؟

جوان بخت :-

بدقسمتی سے میں چین نہ جا سکا، البتہ جاپان میں کچھ دنوں زیر تعلیم رہا ہوں -

فصاحت بیگم :-

جاپان میں صرف انگریزی تعلیم دیجاتی ہے، وہ لوگ بہت زیادہ مغرب زدہ ہیں، لیکن عربی کے لیئے چین سے بہتر کوئی ملک نہیں - اور پھر ایک مسلمان طالبعلم کا تو فرض ہے کہ وہ کم از کم چند سال چین میں بسر کرے، ہمارے

ہاں صریح احکام موجود ہیں۔

جوان بخت:۔

زندگی باقی ہے تو ایکدن یہ فرض بھی ادا ہو جائے گا۔

فصاحت بیگم:۔

اگر میں یہ دریافت کروں کہ آپ کی آمدنی کے کیا کیا ذرائع ہیں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔

جوان بخت:۔

ہرگز نہیں، میرے خانگی معاملات سے سوائے گھر والوں کے ہر شخص واقف ہے۔ مجھے یہ بتاتے ہیں کوئی تامل نہیں کہ میری آمدنی کے دو ذرائع ہیں، ایک تو میری تنخواہ اور دوسرے وہ رقومات جو میں ساہوکار سے قرض لیتا ہوں۔

فصاحت بیگم:۔

آپ کی کوئی جائداد بھی ہے یعنی جاگیر کے علاوہ ذاتی جائداد؟

جوان بخت:۔

آپ کا مطلب مکفولہ جائداد سے ہے یا غیر مکفولہ سے؟

فصاحت بیگم

مکفولہ جائداد کسے کہتے ہیں؟

جوان بخت:۔

وہ جائداد جو ایک شخص کی ملک ہوتی ہے اور دوسرا اس کی آمدنی سے متمتع ہوتا ہے۔

فصاحت بیگم:۔

میں ایسی جائداد سے دلچسپی نہیں رکھتی۔

جوان بخت:۔

اس کے سوا میں کسی اور جائداد کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔

فصاحت بیگم:۔

آپ خفا نہوں، میں صرف آپکے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ آپ دلربا کے خواستگار رہیں، پردے کے بارے میں آپکا کیا طرز عمل رہیگا؟

جوان بخت:۔

عورتوں کی حد تک میں پردے کے خلاف ہوں۔

فصاحت بیگم:۔

عورتوں کی حد تک کیا معنی، کیا مردوں کے لیئے پردہ کی ضرورت ہے؟

جوان بخت:۔

یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے کہ آیا پردہ کا حکم صرف عورتوں کے لیئے ہے یا مردوں اور عورتوں دونوں کے واسطے، جہانتک میرا ذاتی خیال ہے

میں سمجھتا ہوں کہ عورتوں سے زیادہ مردوں کو پردہ کی ضرورت ہے، عورت فطرتاً سیر تفریح کیلئے پیدا کی گئی ہے جس کے لیئے گھر سے باہر نکلنا ضروری ہے۔ مرد کی طبیعت کام کی طرف زیادہ مائل ہے اور اسکا گھر کی چار دیواری میں بند رہنے کی خواہش کرنا ایک قدرتی چیز ہے، ایسی صورت میں مردوں کو پردے سے باہر نکالکر انہیں اپنے فطری حقوق سے محروم کردینا سراسر ناانصافی ہے۔

فصاحت بیگم

مجھے یہ سنکر بیحد خوشی ہوئی کہ آپکی طبیعت انصاف پسند واقع ہوئی ہے چونکہ آپ اسقدر صاف گوئی سے کام لے رہے ہیں، میں بھی کوئی امر مخفی نہیں رکھنا چاہتی۔

جوان بخت:۔

آپ مجھ پر کامل بھروسہ کرسکتی ہیں۔

فصاحت بیگم:۔

آپ کو شاید اس کا علم نہو کہ دلربا ایک آزاد خیال لڑکی ہے، انگریزی تعلیم پاکر اس کا دماغ کسی قدر پریشان ہوگیا ہے۔

جوان بخت:۔

میں خوب جانتا ہوں۔

فصاحت بیگم:۔

اس بے وقوف لڑکی پر دلشاد نامی ایک لاوارث آوارہ مزاج شخص کا جادو چل گیا ہے اور گو میں نے بہت کچھ تشدد کی، لیکن وہ برابر اپنے جرم پر قائم ہے۔

جوان بخت:۔

درست۔

فصاحت بیگم:۔

اس کی اس بیجا حرکت پر میں کب تک ساکن رہتی؟ آخر تنگ آکر میں نے بھی سختیاں شروع کر دیں۔

جوان بخت:۔

خاطر جمع رکھیئے، میں اس لڑکی کو راہ پر لگا دوں گا۔

فصاحت بیگم:۔

دلربا تو خیر نادان ہے، اس بدمعاش سے خدا سمجھے کہ روز ایک نئے مضمون کا خط بھجواتا ہے، یہ دیکھیئے آج صبح یہ خط لکھا ہے۔

(جوان بخت گھبراہٹ اور تشویش کی حالت میں خط لینے کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے)

جوان بخت:۔

میں دیکھ سکتا ہوں کہ کیا لکھا ہے؟

فصاحت بیگم:۔

(خط دے کر) اس نالائق کو ایسے الفاظ لکھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

جواں بخت:۔

(خط پڑھتا ہے) "پیاری دلربا' تمہارے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ انشاء اللہ ملاقات کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی' تم اپنی خالہ کا مطلق خیال نہ کرنا۔ وہ ایک بے وقوف عورت ہے۔"

فصاحت بیگم:۔

یہ میری طرف مشارٌ الیہ ہے۔

جواں بخت:۔

درحقیقت یہ شخص بڑا ہی بدمعاش ہے۔

فصاحت بیگم:۔

آگے تو دیکھیئے۔

جواں بخت:۔

"دو چار عربی فارسی کتابیں پڑھکر وہ اپنے آپ کو عالم فاضل خیال کرتی ہے اتنا نہیں سمجھتی کہ حقیقی علم اس آسانی سے حاصل نہیں ہوتا' مجھے ان عربی فارسی الفاظ پر رونا آتا ہے جنکا خون اس بے درد کے ہاتھوں ہوا ہے خیر یہاں اس کی نالائقی سے بحث نہیں ہے۔"

فصاحت بیگم:۔

یہ لیجئے' لغت اور اصطلاحات کی طرف خاص توجہ کرنے کا یہ انعام ہے

جوان بخت:۔

حد درجہ کمینہ معلوم ہوتا ہے' یہ پہلا شخص ہے جس نے آپکی فصاحت پر حملہ کیا ہے۔

فصاحت بیگم:۔

ابھی کیا دیکھا ہے' ابھی اور دیکھیئے۔

جوان بخت:۔

"یہاں اس کی نالائقی سے بحث نہیں ہے"۔

فصاحت بیگم:۔

اسی ایک جملہ کو بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں' آگے پڑھیئے۔

جوان بخت:۔

"صرف اس کی حماقت کا ثبوت دینا مقصود ہے' پیاری دلربا تم دیکھ لوگی کہ عنقریب میں اسی خالہ کی مدد سے ملاقات کی راہ نکال لونگا۔ دیدار کا منتظر دلشاد"۔

فصاحت بیگم:۔

اس شخص کے سفلہ پن کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

جوان بخت:۔

یہ عبارت تو ملاحظہ ہو کہ آپ کی مدد سے ملاقات کی راہ نکالنا چاہتا ہے

فصاحت بیگم:۔

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ دلربا کو اس حیلہ باز کے دام فریب سے کیونکر چھڑایا جائے۔

جوان بخت:۔

اگر مجھے موقع دیا جائے تو میں دلربا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔

فصاحت بیگم:۔

آپ اس کی طبیعت سے واقف نہیں، کسی کام کے کرنے سے جتنا اسے منع کیا جائے اتنا ہی وہ اس کے پیچھے دیوانی ہو جاتی ہے۔

جوان بخت:۔

اسی لیئے ترقی یافتہ ممالک میں شادی سے قبل نوجوانوں کو تبادلۂ خیالات کا موقع دیا جاتا ہے، تاکہ ایک دوسرے کی طبیعت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

فصاحت بیگم:۔

ترقی یافتہ ممالک کی مثال دینا فضول ہے۔

جواں بخت:۔

کچھ دنوں اس کا بھی تجربہ کرکے دیکھ لیجئے، بہت ممکن ہے دلربا راہ راست پر آجائے۔

فصاحت بیگم:۔

وہ آپ کی منسوبہ ہے، میں زیادہ انکار بھی نہیں کرسکتی۔

جواں بخت:۔

صرف پندرہ منٹ کے لیئے مجھے اس سے ملنے کی اجازت دیجئے۔

فصاحت بیگم:۔

میں دلربا کو یہیں دیوانخانہ میں بلالیتی ہوں۔

جواں بخت:۔

آپ کی موجودگی سے اصلاحی کام میں غیرضروری تاخیر ہوگی، آپ جانتی ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں ایسی ملاقاتوں کے وقت سرپرست عمداً کسی دوسرے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔

فصاحت بیگم:۔

(صوفے سے اٹھکر) بڑی مشکل ہے، ترقی یافتہ ممالک کی تقلید کرنا واقعی مشکل ہے (جاتے جاتے پلٹ کر) میں دلربا کو بھجواتی ہوں لیکن یاد رہے کہ وہ ایک پسماندہ ملک کی لڑکی ہے (چلی جاتی ہے)

جواں بخت :-

اطمینان رکھیئے ۔

(جواں بخت کرسی سے اٹھکر اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے ۔ کبھی کسی تصویر کے آگے کھڑا ہو کر اسے سرسری طور پر دیکھتا ہے ۔ کبھی پردوں کے نقش و نگار پر نظر ڈالتا ہے ۔ اسی اثنا میں دلربا پر تکلف لباس پہنے ہوئے داخل ہوتی ہے اور جواں بخت کو دیکھ کر کسی قدر سہم جاتی ہے)

دلربا :-

دلشاد !!

جواں بخت :-

دلربا !

دلربا :-

یہ کیا راز ہے ' خالہ جان نے تو کہا تھا کہ دیوانخانہ میں نواب کامران کے فرزند جواں بخت مرزا میرا انتظار کر رہے ہیں ۔

جواں بخت :-

خالہ جان نے سچ کہا ۔

دلربا :-

پھر وہ کہاں ہیں ؟

جوان بخت :-

وہ یہیں ہیں۔

دلربا :-

تم کیسے آ گئے؟

جوان بخت :-

میں انھی کے ہمراہ آیا۔

دلربا :-

ہنسی مذاق کا یہ کونسا موقع ہے، میری سرپرست مجھے ایک اجنبی کے پلے باندھ رہی ہیں۔ ایک بے گناہ لڑکی کی زندگی خاک میں مل رہی ہے اس کے ارمانوں کا خون ہو رہا ہے، اور تمھیں ایسے وقت مذاق سوجھتا ہے۔

جوان بخت :-

زندگی خود ایک مذاق ہے، گو یہ ماننا پڑتا ہے کہ کسی قدر گرا ہوا مذاق ہے، یہ رسم و رواج، یہ قانون، یہ اخلاق، یہ عشق و محبت یہ سب مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔

دلربا :-

فلسفۂ حیات پر تقریر کرنے کا یہ موقع نہیں، خدا کے لیئے بتاؤ کہ ماجرا کیا ہے۔

جوان بخت:۔

جوان بخت میں ہی ہوں۔

دلربا:۔

پھر وہی بیہودہ مذاق۔

جوان بخت:۔

جس دلشاد کو تم جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں اور جس کے لیئے تم تمام شہر میں بدنام ہوئیں اسکا اس دنیا میں کوئی حقیقی وجود نہیں۔

دلربا:۔

اور تم!! کیا تم بھی کوئی موہوم شکل ہو؟

جوان بخت:۔

میرا وجود بیشک حقیقی ہے لیکن میرا اصل نام دلشاد نہیں جوان بخت ہے۔

دلربا:۔

کسی کے جذبات کی توہین کرنا آپ کے دین و مذہب میں روا ہے۔

جوان بخت:۔

جنگ اور محبت میں سب کچھ روا ہے' یہ انہی اقوام کا مقولہ ہے جنکی تم پیرو بننا چاہتی ہو۔ نئی تہذیب کی دلدادہ لڑکیاں بغیر عشق و محبت کے شادی

نہیں کرتیں، عشق کے لیئے تھوڑی سی پرکاری ضرور ہے۔

دلربا:۔

پہلے ہی کیوں نہیں کہا واقعہ یوں تھا۔

جوان بخت:۔

یہ کسے خبر تھی کہ اِس قصہ کا یہ انجام ہونے والا ہے۔

دلربا:۔

یوں بھی آپ مجھسے ملاقاتیں کرسکتے تھے، نام بدلکر دھوکہ دینا کیا ضرور تھا

جوان بخت:۔

اس وقت غالبًا فصاحت بیگم کو کوئی اعتراض نہوتا، اور بغیر انکی مخالفت کے تمھارے دل میں میری محبت کیسے پیدا ہوتی۔

دلربا:۔

(خفا ہوکر) آپ نے مجھے بے وقوف بنایا ہے تمام دنیا کے آگے میری تذلیل کی ہے، اب میں کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہی۔

جوان بخت:۔

دلربا کیسی باتیں کرتی ہو، اس میں تذلیل کی کیا بات ہے۔

فاضل جدید نوجوان ہے، کیا کسی لڑکی کو اس سے بہتر منگیتر مل سکتا ہے؟

(دلربا چلی جاتی ہے)

جوان بخت:۔

میں معافی کا خواستگار ہوں، میری وجہ سے آپ کو ناحق تکلیف ہوئی

فصاحت بیگم:۔

تکلیف کی کوئی بات نہیں، نواب کامران سے کہدیجئے کہ جدید طریقہ سے راضی نہ ہوگی تو آپکا قدیم طریقہ تو کہیں گیا نہیں۔

جوان بخت:۔

بہت خوب، بہت خوب، آداب عرض ہے۔ (چلا جاتا ہے)

(وقفہ)

ایکٹ تیسرا

سین چوتھا میر اشرف علی صاحب کا مکان

(دیواروں پر فارسی قطعات آویزاں ہیں دالان میں تخت بچھا ہوا ہے جس پر کئی پرانی عربی اور فارسی کتابیں رکھی ہیں جس وقت پردہ اٹھتا ہے میر صاحب چھالیہ منہ میں ڈال رہے ہیں۔ پھر پان چباتے اور کتاب کا مطالعہ فرماتے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں نوکر داخل ہوتا ہے)

داؤد:-

حضور کپتان شیر خاں صاحب تشریف لائے ہیں۔

میر صاحب:-

تو انہیں بلاتا کیوں نہیں' (نوکر چلا جاتا ہے اور میر صاحب تخت سے نیچے اتر کر خاں صاحب کی پیشوائی کے لیئے آگے بڑھتے ہیں۔ اُدھر سے خاں صاحب داخل ہوتے ہیں)

شیر خاں:-

آداب عرض ہے میر صاحب۔

میر صاحب:۔

آداب عرض ہے خان صاحب، کہیئے مزاج تو اچھے ہیں۔

شیر خان:۔

کھدا کا فضل شامل حال ہے، جناب کا مزاج؟

میر صاحب:۔

بزرگوں کی دعا ہے۔

شیر خان:۔

جناب راحت نگر کب اور کس گرض سے تشریف لائے ہیں؟

میر صاحب:۔

کیا عرض کریں قبلہ، محبت کے کاروبار چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔

اور جناب؟

شیر خان:۔

بس میں بھی کچھ اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔

میر صاحب:۔

پھر تو آپکا ہمارا ایک ہی سلسلہ ہے۔ تشریف رکھیئے (دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

خاں صاحب آپ سے ایک اہم معاملہ میں مشورہ کرنا تھا۔

شیر خاں:۔

بولو! میں مشورہ دینے کے لیئے ہر بکت موجود ہوں۔

میر صاحب:۔

جس جگہ ہمارا پیغام ٹھہر رہا تھا وہاں ایک ذات شریف ٹپک پڑے اور دخل در معقولات کر کے سارا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔

شیر خاں:۔

تو پھر کیا ارادہ ہے؟

میر صاحب:۔

ارادے بس یہی ہیں کہ وطن مالوف کو واپس چلے جائیں گے۔

شیر خاں:۔

یہ شاندار پسپائی تو ٹھیک نہیں۔

میر نہیں پیر تم کاہلی اللہ رہے
نام کھدا ہو جواں کچھ تو کیا چاہیئے

میر صاحب:۔

کیا کریں، آپ ہی بتائیے، آپ اس دریا کے تیناور ہیں۔

شیر خاں:۔

اس روسیاہ کا پتہ چلاؤ کہ کون ہے، کیا نام رکھتا ہے، کہاں رہتا ہے اور کس راستے سے

گذرتا ہے۔

میر صاحب:۔

اس کا نام تو میں جانتا ہوں دلشاد ہے اس کے سوا کچھ خبر نہیں۔

شیر خان:۔

تحکیک کرو۔

میر صاحب:۔

تحقیق کرکے۔

شیر خان:۔

اس کو مشورہ دو کہ وہ لڑکی کا کھیال چھوڑ دے۔

میر صاحب:۔

اور جو وہ اس مخلصانہ مشورہ پر عمل کرنے سے انکار کردے تو ایسی صورت میں کیا تدبیر اختیار کی جائے؟

شیر خان:۔

ایک کھط لکھو کہ اگر وہ اپنی عافیت چاہتا ہے تو اس مفسدانہ طرزِ عمل سے پرہیز کرے ورنہ اس کا دنیا میں رہنا ناممکن ہے۔

میر صاحب:۔

واللہ ہے، تدبیر تو نہایت ہی کارگر ہے، لیکن خانصاحب اجل کا

پیغام دینے سے قبل اس بدنصیب کا کچھ قصور بھی تو ثابت ہو۔

شیر خاں:۔

کصور، ارے اس زمانہ میں کصور کون دیکھتا ہے، اور یہ کصور کیا کم ہے کہ وہ آپکی راہ میں حائل ہے، اِدھر تو کچھ بھی نہیں۔ ہماری طرف کبھی تشریف لائیں تو دیکھیں کہ بات بات پر تکوار چلتی ہے۔ رکابت تو بڑی چیز ہے، کوئی بدبکھت آنکھ اٹھاکر اس لڑکی کی طرف دیکھلے جسپر ہمرا دل آیا ہوا ہے تو ہم اسے پانی مانگنے کی فرصت نہیں دیتے۔

میر صاحب:۔

آپ کی طرف تو بڑا اچھا رواج ہے۔

شیر خاں:۔

ہمارے کھاندان میں ایک شکس ایسا نہیں گذرا جس نے دو چار کو جہنم واصل نہ کیا ہو۔ ہم لوگ اپنے ماسوک کی اتنی پروا نہیں کرتے جتنا کہ رکیب کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔

میر صاحب:۔

واللہ ہے، آپ لوگ بھی کمال کرتے ہیں، کیوں نہ ہو اہل سیف اور اہل قلم میں یہی تو فرق ہے، کہ ان بیچاروں کو سوائے رقیب کی ہجو کہنے کے اور کچھ نہیں سوجھتی، اور ادھر سر قلم ہو جاتے ہیں، لیکن خانصاحب یہ مسئلہ بیحد

نازک ہے اور اسکے نتائج خطرناک ہیں کوئی قطعی رائے قائم کرنے سے پہلے موافق و مخالف دلائل پر غور کر لینا چاہیئے۔

شیر خاں:۔

بابا تم عاشقی کرتے ہو یا فلسفہ کی بحث۔

میر صاحب:۔

فلسفہ کی بحث نہیں ہے اس مسئلہ کا تو ہماری عملی زندگی سے تعلق ہے ایک شخص کو دھمکی کا خط لکھنا اور اسکی جان کے درپے ہونا کوئی معمولی بات نہیں، اس فعل کے جواز و عدم جواز پر قدماء نے کافی روشنی ڈالی ہے۔

شیر خاں:۔

میر صاحب، آپ کو اپنے مطلب سے کام ہے، یا اس کے جواز و عدم جواز سے، یہ دیکھیئے اس تدبیر سے مقصد حاصل ہوگا یا نہیں۔

میر صاحب:۔

بخدا، باون تولے پاؤ رتی کی بات کہی ہے، ایک اور بحث طلب امر رہ گیا ہے۔

شیر خاں:۔

بولو۔

میر صاحب:۔

یہ کیا ضرور ہے کہ تشدد ہی سے کام لیا جائے۔

شیر خان

سنیئے میر صاحب اگر آپ واکعی اس لڑکی کے کھاہشمند ہیں جس پر اس مردود نے کبضہ جمایا ہوا ہے تو آپ کو تشدد سے کام لینا پڑے گا۔

میر صاحب:۔

بخدا، آپ کی دلیرانہ گفتگو سے میری ہمت بندھ گئی، خط لکھتا ہوں اور اسی مہینہ میں لکھتا ہوں، ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔

شیر خان۔

مہینہ بھر میں تو یہ جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا، لکھنا ہے تو اسی وکت لکھو۔

میر صاحب:۔

ابھی لکھتا ہوں، بخدا، جی تو بہت چاہتا ہے کہ فقط ہجو پہ ٹالدوں لیکن نہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں یہ کام بغیر تشدد کے سرانجام نہیں پائیگا۔

شیر خان:۔

ہاں جی، دنیا کا یہی کانون ہے۔

میر صاحب:۔

(کچھ سوچتے ہوئے) دنیا کا یہی قانون ہے (میر صاحب کاغذ قلم لیکر خط

لکھنے بیٹھتے ہیں)

شیر خاں:۔

(بڑی دیر تک میر صاحب کو لکھتے ہوئے دیکھکر کسی قدر بیتابی سے) کیا لکھ رہے ہو؟

میر صاحب:۔

القاب لکھ رہا ہوں۔

شیر خاں:۔

اتنی دیر میں تو ایک رسالہ تیار ہو جاتا۔ میں بتاتا ہوں، لکھو "مشفقی آپکی کھیریت اسی میں ہے کہ"

میر صاحب:۔

(لکھتا ہے) "خیریت اسی میں ہے کہ"

شیر خاں

"آپ کسی اور جگہ نسبت تلاش کریں"

میر صاحب:۔

بس یہی چاہتا ہوں (لکھتا ہے) "نسبت تلاش کریں"

شیر خاں:۔

"ورنہ پھر اس شہر میں رہنا دشوار ہو جائے گا"

میر صاحب :-

بخدا، دل کی بات بتا دی (لکھتا ہے) "شہر میں رہنا دشوار ہو جائیگا"

شیر خان :-

"اس سے زیادہ"

میر صاحب :-

(لکھتا ہے) "اس سے زیادہ"

شیر خان :-

"ہم نے کچھ نہیں لکھنا ہے"

(میر صاحب کاغذ قلم رکھکر شیر خان کا منہ تکنے لگتے ہیں اور پھر نہایت نرمی سے کہتے ہیں)

میر صاحب :-

گستاخی معاف، اس جملہ میں حرف "نے" ذرا کانوں کو کھٹکتا ہے۔ آپ کو اعتراض نہ ہو تو اسے یوں بدل دوں "اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں"۔

شیر خان :-

جس طرح جی میں آئے لکھو، ہم تو زبان کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے، صرف تلوار چلانا جانتے ہیں۔

میر صاحب :-

ہم مانتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے۔ جب ایک صحیح محاورہ موجود ہے تو

کیوں خواہ مخواہ زبان کا خون کریں۔ ہاں، تو" اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں"

شیر خان:۔

"عقلمند کے لیئے اشارہ کافی ہے"۔

میر صاحب:۔

"عقلمند کے لیئے اشارہ کافی ہے" (میر صاحب کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خط لفافہ میں بند کرتے ہیں اور پھر آسمان کی طرف ایک یاس انگیز نظر ڈالکر فرماتے ہیں) خدا ہم سب کا حافظ و ناصر ہے۔

شیر خان:۔

(کرسی سے اٹھکر) کھدا حافظ و ناصر ہے، مجھے بھی ایک صاحب کی کھبر لینا ہے

میر صاحب:۔

معلوم ہوتا ہے اس ہفتہ میں ملک الموت کو لوگونکی روحیں قبض کرنے سے فرصت نہیں ملے گی۔

شیر خان:۔

اس نے میرے شملہ کی بے حرمتی کی تھی، اور اسی بکت میں نے کسم کھائی ہوئی تھی کہ جبتک شملہ کے عوض اس کا سر نہ اتار لوں اطمینان کا سانس نہ لونگا۔

میر صاحب

سچ ہے، خود داری اسی کا نام ہے (شیر خان چلے جاتے ہیں)

ایکٹ چوتھا
سین پہلا میر صاحب کا مکان دیوان خانہ

(میر صاحب ہاتھ میں خط لیئے ہوئے ٹہل رہے ہیں، ان کا نوکر داؤد پیچھے پیچھے پھر رہا ہے)

داؤد :-

حضور خدا کے لیئے اس ضد سے باز آئیے حسین اور پڑھی لکھی لڑکیاں بہت مل جاتی ہیں۔ جان جا کر واپس نہیں آتی۔

میر صاحب :-

نہیں داؤد تو ان جذبات کو نہیں سمجھ سکتا یہ صرف محبت کا سوال نہیں ہے بلکہ یہ ناموس و آبرو کا سوال ہے۔

داؤد :-

خدا حضور کو سلامت رکھے اس سے کئی گنی زیادہ عزت نصیب ہوگی۔

میر صاحب :-

میری درخواست کو اور بلا وجہ ایک گمنام لاوارث شخص کے مقابلہ میں

ٹھکرا یا گیا ہے، میں خاموش بیٹھ رہتا لیکن کپتان شیر خاں نے میری آنکھیں کھولدیں۔

داؤد:۔

آپ جو چاہیں کہیں۔ مجھے تو خاں صاحب کی صورت سے نفرت ہے، جس گلی سے وہ گذریں میں تو ادھر کا رُخ نہ کروں گا۔

میر صاحب:۔

کیوں داؤد! بھلا خاں صاحب میں ایسی کیا بات نظر آتی ہے جو تو اتنا متنفر ہے۔

داؤد:۔

خدا وند کوئی بات ہے، اس شخص کو دنیا میں سوائے لڑنے جھگڑنے، لوگوں کے گلے کاٹنے کے تیسرا کام نہیں۔ آپ جھگڑوں میں پڑتا ہے سو پڑتا ہے دوسروں کو بھی ساتھ لے مرتا ہے۔

میر صاحب:۔

تو سچ کہتا ہے، لیکن داؤد، بہادری، شہرت، نام آوری بھی تو کوئی چیز ہے

داؤد:۔

اپنے سے کمزور کو مارنا بیشک بہادری ہے، اور اس حد تک میں آپکے ساتھ ہوں، کیونکہ اس میں شہرت بھی ہے اور نام آوری بھی، لیکن اگر اپنا دشمن اپنے سے

قوی ہے تو پھر وہ آپ کی بہادری کو نہیں مانتا، بلکہ آپ ہی کو اس کی بہادری
ماننا پڑتی ہے۔

میر صاحب:۔
داؤد، ذلت کے جینے سے عزت کی موت بہتر ہے۔

داؤد:۔
مثل مشہور ہے، جان ہے تو جہان ہے، جب جان ہی چلی گئی تو پھر کیسی
ذلت اور کہاں کی عزت۔

میر صاحب:۔
داؤد، بہادروں کا نام مرنے کے بعد بھی صدیوں تک زندہ رہتا ہے۔

داؤد:۔
حضور، ایسی زندگی آپ ہی کو مبارک، میں ایسی زندگی سے باز آیا، ارے
وہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہم تو مر جائیں اور ہمارا نام زندہ رہے۔

میر صاحب:۔
داؤد، داود، داؤد، مجھے اندیشہ ہے کہ تو ایسی باتیں کر کے
میرا غصہ اتار دے گا۔ ارے نادان، میں اپنی عمر میں پہلی مرتبہ ایک شخص سے
لڑنے کے لیئے تیار ہوا ہوں اور وہ بھی کون شخص جو مجھے اپنی محبوبہ سے محروم
کر دینا چاہتا ہے بجائے اس کے کہ تو میری ہمت افزائی کرتا، میری ڈھارس

یا ندمعتا الٹا مجھی کو ڈراتا ہے' لے یہ خط اسی وقت لے جا۔

داود:۔

خداوند' میرا گلا بھی کاٹ دیجئے تو میں ان جھگڑوں میں نہیں جانے کا۔ حضور کا کیا ہے۔ تن تنہا ہیں' میں جورو بچے والا۔ کل کے دن کچھ ہو جائے تو ان کی پرورش کون کرے گا؟

میر صاحب:۔

خیر تو مصیبت کے وقت اپنے مالک کی مدد نہیں کرتا تو مت کر' تجھے اختیار ہے' میں یہ خط مرزا جوان بخت کی معرفت بھجواوں گا۔

داود:۔

ہاں جوان بخت میاں فوجی عہدہ دار ہیں' وہ اس خدمت کو اچھی طرح انجام دے سکیں گے۔

میر صاحب:۔

داود۔ تو بودا ہے۔

داؤد:۔

حضور جو چاہیں کہیں' غلام نے سرکار کا نمک کھایا ہے' کبھی جیتے جی یہ نمک حرامی نہیں ہو سکتی کہ اپنے مالک کو لڑائی جھگڑوں میں پڑنے دے۔

(داؤد باہر جاتا ہے اور پھر فوراً دوڑتا ہوا واپس آتا ہے)

داؤد:۔

حضور، مرزا جواں بخت تشریف لائے ہیں۔

میر صاحب:۔

یا دش بخیر، انہیں یہیں بلا لے۔

داود:۔

درست (چلا جاتا ہے جواں بخت داخل ہوتا ہے)

میر صاحب:۔

آیئے آیئے تشریف لایئے، خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

جواں بخت:۔

کیوں خیریت تو ہے۔

میر صاحب:۔

کچھ نہ پوچھو، "ہو لیئے ہیں نامہ بر کے ساتھ ساتھ۔ یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا"

جواں بخت:۔

آخر ماجرا کیا ہے؟

میر صاحب:۔

رقیب کو مبارزت نامہ جا رہا ہے (خط دے کر) ایک فوجی افسر سے زیادہ

موزوں قاصد کوئی نہیں ہو سکتا۔

جواں بخت:۔

(خط پڑھتے ہوئے) کیا سچ مچ لڑائی کی ٹھانی ہے؟

میر صاحب:۔

تو کیا تم اسے مذاق سمجھتے ہو۔ جواں بخت میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اس کے لہو میں یہ دونوں ہاتھ نہ رنگ لوں چین سے نہیں بیٹھوں گا وعدہ کرو کہ تم میری مدد کرو گے۔

جواں بخت:۔

بعض مجبوریاں ایسی ہیں کہ آپکی اور دلشاد کی لڑائی میں میں آپکی مدد نہیں کر سکتا۔

میر صاحب:۔

خیر کم از کم اس کا پتہ لگا کر یہ خط تو پہنچا دو گے۔

جواں بخت:۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے۔

میر صاحب:۔

اور اسے سمجھانے کی کوشش کرو گے!

جوان بخت:۔

اس کا بھی امکان ہے۔

میر صاحب:۔

کہنا کہ میر صاحب بڑے ٹیڑھے آدمی ہیں۔

جوان بخت:۔

یہی الفاظ؟

میر صاحب:۔

ہاں یہی الفاظ۔

جوان بخت:۔

اچھا، اور؟

میر صاحب:۔

اور کہنا کہ ان سے مخالفت مول لینا کوئی آسان کام نہیں، وہ رستم و سہراب کی داستان کے مولف ہیں، لہذا خیریت اسی میں ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آؤ۔

جوان بخت:۔

اور اگر وہ اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہے!

(دفعتاً میر صاحب کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور وہ نہایت نرم لہجے میں التجا کرتے ہیں)

میر صاحب:۔

تو کہتا کہ خواہ مخواہ آپس میں شکر رنجیاں پیدا ہو جائیں گی۔

جواں بخت:۔

ابھی تو لہو میں ہاتھ رنگے جا رہے تھے۔

میر صاحب:۔

وہ تو آخری چارہ کار ہے جبکہ مصالحت کی گفت و شنید ناکام رہے۔

(داؤد داخل ہوتا ہے)

داؤد:۔

حضور، نواب کامران نے جواں بخت مرزا صاحب کے لیئے گاڑی بھجوائی ہے۔

جواں بخت:۔

اچھا میں ابھی آتا ہوں۔ خدا حافظ۔

میر صاحب:۔

خدا حافظ، دیکھنا جواں بخت بھولنا نہیں۔

جواں بخت:۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟

میر صاحب:۔

اس منحوس کا کسی نہج پتہ چلانا، اور ہمارا مبازرت نامہ یاد سے اسکے حوالہ کرنا۔

جوان بخت:۔

اطمینان رکھو، یہ خط دلشاد کو پہنچ جائیگا۔

میر صاحب:۔

اور کہنا میں بڑا ٹھیڑھا آدمی ہوں۔

جوان بخت:۔

ہاں اور رستم و سہراب کی داستاں کے مولف ہیں (جانے لگتا ہے)

میر صاحب:۔

ذرا ٹھیرنا۔ ذرا ٹھیرنا، اک اور چیز حاشیۂ خیال میں آئی ہے۔

جوان بخت:۔

کیا کچھ اور زبانی پیغام ہے؟

میر صاحب:۔

نہیں معلوم تمھارا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے، ہم تو قدیم طرز کے آدمی ہیں اور ان چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

جوان بخت :-

کن چیزوں پر ؟

میر صاحب :-

یہی جنہیں تم توہمات کہتے ہو (کچھ سوچ کر) تم جو کچھ بھی سمجھو خط بھجوانے سے پہلے ہم فال دیکھ لیتے ہیں کہ آخر اس معاملہ میں حافظ شیرازی کی کیا رائے ہے۔

جوان بخت :-

میں تم سے کہتا ہوں، راوی چین لکھتا ہے

میر صاحب :-

تکلیف تو ہوتی ہے، تھوڑی دیر توقف کیجئے، ہم ابھی دیوان حافظ لے آتے ہیں۔

(میر صاحب اندر چلے جاتے ہیں اور جوان بخت ایک خاص نظر سے ان کی طرف دیکھتا ہوا مسکراتا ہے)

میر صاحب :-

(دیوان حافظ لیئے ہوئے تشریف لاتے ہیں) بھلا دیکھیں تو اس موقع پر لسان الغیب کیا صلاح دیتے ہیں (میر صاحب آہستہ آہستہ درود پڑھنے کے بعد بآواز بلند بسم اللہ کہکر کتاب کھولتے ہیں) شگون نیک ہے ہاتف فتح کی نوید دے رہا ہے، ...

جَلّ جَلاَلُہٗ وَجَلّ شَانُہٗ، ذرا پہلے صفحہ کا ساتواں شعر دیکھنا۔

(جواں بخت دیوان حافظ میر صاحب سے لے کر ان کا بتایا ہوا شعر پڑھتا ہے) ؎

"حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام   با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام"

جواں بخت:۔

اس شعر کے تو کچھ اور ہی معنی ہیں۔

میر صاحب:۔

سبحان اللہ۔ اتنا صاف مضمون نہیں سمجھ سکتے، شاعر کہتا ہے کہ اے حافظ اگر تو وصل چاہتا ہے تو خاص و عام کے ساتھ صلح کر لے مسلمان کے ساتھ اللہ اللہ اور برہمن کے ساتھ رام رام، خاص و عام میں شاعر نے رقیب کو شریک نہیں کیا۔

جواں بخت:۔

بس بس میں سمجھ گیا۔

میر صاحب:۔

صلح کن با خاص و عام کے بعد الّا رقیب کا حذف کر دینا اس امر کی دلیل ہے کہ شاعر رقیب سے جنگ کرنا چاہتا ہے، اور چونکہ پہلے مصرعہ میں وصل کا مژدہ سنا دیا گیا ہے اس سے لڑائی کا نتیجہ ظاہر ہے یعنی عاشق کی فتح۔

جواں بخت:۔

میر صاحب، خدا آپ کو یہ فتح مبارک کرے، اور اس سے زیادہ کامیابیاں نصیب ہوں۔ اب اجازت دیجئے

(جواں بخت چلا جاتا ہے اُسے دروازے تک پہنچانے کے بعد میر صاحب دیوان حافظ کو بوسہ دیکر آنکھوں سے لگاتے ہوئے گھر کے اندر چلے جاتے ہیں)

ایک چوتھا

دوسرا سین بجت افصا بیگم کا مکان دلربا کی نشست گاہ

(صوفے پر دلربا اور پاس کی کرسی پر جوان بخت بیٹھا ہے، دلربا کچھ مغموم سی نظر آتی ہے، جوان بخت بھی پریشان ہے، ہر چند وہ دلربا کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ ایک نہیں مانتی)

جوان بخت:۔
اگر ایک تعلیم یافتہ سمجھ دار لڑکی اس قسم کی ضد کرے تو جاہل لڑکیوں کو کیا کہا جائے۔

دلربا:۔
جاہل لڑکیاں مردوں سے رسم و راہ بھی تو نہیں رکھتیں کہ کوئی انہیں دھوکہ دے سکے۔

جوان بخت:۔
ایسا دھوکہ جس سے کسی کو نقصان نہ پہنچے دھوکہ نہیں کہلا سکتا، میں اگر دھوکہ دیکر تمھاری جائداد پر قابض ہو جاتا یا تمھاری زندگی برباد کر دیتا،

یا تمہیں کسی قسم کا ضرر پہنچا تا تو اس وقت بے شک قابل سزا تھا۔

دلربا:۔

جگ ہنسائی سے بڑھکر بھی کوئی ضرر ہے؟

جوان بخت:۔

چند بے وقوف جنہیں دنیا میں کوئی کام نہیں تھوڑی دیر کے لیئے ہنس لیں تو اس میں کسی کا کیا نقصان ہے؟ دنیا ہمپر ہنسیگی تو ہنس لینے دو ہم بھی دنیا پر ہنس کر اپنا بدلہ لے سکتے ہیں۔

دلربا:۔

میں ایک خاص قسم کی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی۔

جوان بخت:۔

کس قسم کی زندگی؟

دلربا:۔

ایسی زندگی جو اب تک کسی نے بسر نہیں کی یعنی محبت کی راہ میں مال و دولت عزت و آبرو سے ہاتھ دھو کر اپنے آپ کو صرف ایک تصور کے لیئے وقف کردینا چاہتی تھی، اسی لیئے میں نے ایک ایسے شخص سے عہد و پیماں باندھا جسکا نہ کوئی والی وارث تھا نہ کوئی خاندان نہ جائداد نہ عہدہ

جوان بخت:۔

توکیا عہدہ خاندان اور جائداد محبت کے منافی ہے۔

دلربا:۔

نہیں لیکن یہ طریقہ محبت کے منافی ہے' یہ طریقہ جسمیں والدین لڑکی کی قسمت کا تصفیہ اس طرح کرتے ہیں جیسا کہ کوئی جائداد کی بیع و شرا کرتا ہے۔

جوان بخت:۔

یہ اعتراض اس وقت بجا تھا جب میں کوئی غیر ہوتا، لیکن میں تو وہی ہوں جس کو تمنے خود پسند کیا، کیا نام بدل دینے سے کیسکی شخصیت بدل سکتی ہے؟

دلربا:۔

تم وہ نہیں رہے جسکا تصور مجھے ہر گھڑی اپنی طرف کھینچتا تھا دلشاد' میں تمہیں دلشاد ہی پکاروں گی' خواہ تمھارا نام جوان بخت کیوں نہو' مجھے تمھارے نام سے محبت تھی میں اس نام پہ جان دینے کیلئے آمادہ تھی۔

جوان بخت:۔

تمھاری یہی خواہش ہے تو میں اپنا نام دلشاد رکھ لیتا ہوں' اپنے نفع کی خاطر لوگ مذہب تبدیل کر دیتے ہیں' اگر میں اپنا نام بدل دوں تو یقیناً کسی کو اعتراض نہونا چاہیئے۔

دلربا:۔
تمہیں شائید یہ سنکر تعجب ہوگا کہ جب تک تم دلشاد تھے تمہا
ایک علیحدہ شخصیت تھی۔ اس وقت تم ایک خوش مزاج، آزاد منش۔ د
نوجوان تھے۔

جوان بخت:۔
اور اب۔

دلربا:۔
اب تمہاری حیثیت ایک عامیانہ خود غرض شریف الخاندان اذ
کی سی ہے۔

جوان بخت:۔
یہ محض تخیل کی کارستانی ہے، میں اب بھی وہی ہوں جو پہلے تھ

دلربا:۔
ایک گمنام شخص کے لیئے اپنی زندگی قربان کردینا۔ یہ میری زندگی
واحد تصور تھا۔ اس تصور کو تم نے خاک میں ملادیا، اب نہ مجھے اس زندگ
دلچسپی باقی رہی نہ کسی اور زندگی سے۔

جوان بخت:۔
تم کو فقط اپنے تصورات کی زڑ لگی ہے۔ کبھی اسکا بھی خیال کیلئے

دوسرے کے تصورات کا کیا حشر ہونے والا ہے۔

دلربا:۔

کسی دوسرے کا اس میں کیا نقصان ہے؟

جوان بخت:۔

خوب، جب ایک فریق معاہدے کی تکمیل کرنے سے انکار کردے گا تو دوسرے کا نقصان نہ ہوگا؟

دلربا:۔

میں نے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

جوان بخت:۔

اور وہ خطوط کس نے لکھے تھے؟

دلربا:۔

وہ خطوط ایک غلط فہمی کی بنا پر لکھے گئے تھے۔

جوان بخت:۔

تم سے بحث کرنا اپنا مغز پکانا ہے۔

دلربا:۔

تو جانے دیجئے، میں کب اس بحث کو چھیڑنا چاہتی ہوں۔

جوان بخت:۔

اچھی بات ہے، جدید طریقہ سے کام نہیں چلے گا تو میں وہی اپنا قدیم طریقہ اختیار کرتا ہوں۔ تمھاری خالہ بھی میری ہم خیال ہیں، میں دیکھتا ہوں، تم کس کس کا مقابلہ کرتی ہو۔

دلربا:۔

یہ دھمکیاں کسی اور کو دیجئے۔

جوان بخت:۔

(عاجزانہ لہجہ میں) دلربا، میں تمھیں رنجیدہ کرنا نہیں چاہتا، خدا گواہ ہے کہ تمھارے بغیر میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔

دلربا:۔

کسی کو کیا خبر کہ اس دل پر کیا گذرتی ہے، ایک بے زبان لڑکی جس کے ماں باپ ہیں نہ کوئی یار و مددگار جب کسی کو اپنی ساری تمناؤں کا مرکز بنا دیتی ہے اور اسی کی محبت کے بھروسے پر زندہ رہتی ہے تو اس کے جذبات کو یوں ٹھکرایا جاتا ہے۔

جوان بخت:۔

یہ ناانصافی ہے، میرا ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا۔

دلربا:۔
مرد زبان سے جو کچھ بھی کہے دل سے وہ عورت کو اپنی تفریح کا ایک کھلونا خیال کرتا ہے، جبتک وہ قید میں رکھنا چاہے ہم قید میں رہیں، جب وہ آزادی عطا کرے ہم اس آزادی کا خیر مقدم کریں، گویا کہ ہماری مرضی کوئی مرضی نہیں۔

جوان بخت:۔
یہ کس نے کہا کہ تمھاری مرضی کوئی مرضی نہیں۔

دلربا:۔
تو پھر اس دھمکی کا کیا مطلب ہے کہ جدید طریقہ سے کام نہیں چلے گا تو قدیم طریقہ اختیار کیا جائے گا، کیا ہم اسی قابل ہیں کہ مردوں کے غلام بن کر رہیں، کیا ہماری زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی؟

(دلربا، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے، اس اثنا میں نواب کامران اور فصاحت بیگم داخل ہوتی ہیں)

نواب:۔
جوان بخت اپنی منگیتر سے اجازت لے لو، بس باہمی تبادلۂ خیالات کیلئے دس منٹ بہت کافی ہیں (دلربا کو روتا دیکھ کر) ہائیں، یہ رخصتی سے پہلے رونا دھونا کیسا؟ بی بی۔ کیا یہ بھی کوئی جدید طریقہ ہے؟

دلربا:-

(جوان بخت کی طرف اشارہ کرکے) انہی سے پوچھو

نواب:-

کیوں صاحبزادے کیا واقعہ ہے؟

جوان بخت:-

(دلربا کی طرف اشارہ کرکے) انھی سے دریافت کیجئے۔

نواب:-

بولو بی بی، تمھیں بولو۔

دلربا:-

میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔

نواب:-

عجیب اسرار ہے! سچ سچ کہو، صاحبزادے کیا معاملہ ہے؟

جوان بخت:-

ابا جان، معاملہ کچھ بھی نہیں۔ بے سبب خفا ہو گئی ہیں۔

نواب:-

دلربا، آنسو پوچھو، ہنسی خوشی کے موقع پر رونا دھونا مناسب نہیں

فصاحت بیگم:۔
دلربا، کچھ تو بیان کرو۔ آخر یہ خاموشی نیم رضا کیتک۔

نواب:۔
فصاحت بیگم، بات کچھ بھی نہیں، یہ سب اس مفسد کی شرارتیں ہیں، میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔

فصاحت بیگم:۔
واہ نواب، آپ کی بھی عجیب باتیں ہیں۔

نواب:۔
(معنی خیز لہجہ میں) اسی لیئے قدیم زمانہ کے لوگ شادی سے پہلے ایکدوسرے کے خیالات معلوم کرنے کے خلاف تھے۔

جواں بخت:۔
ابا جان، خدا گواہ ہے۔

نواب:۔
(طنزاً) اور مخرب اخلاق ناول پڑھو، آدھی آدھی رات تک سینما کی تصویریں دیکھا کرو۔

فصاحت بیگم

نواب۔ یہ دل لگی بے موقع ہے، صاحبزادے، آپ سے ایسی

فصاحت بیگم:-
نواب، صرف آپ کی خاطر میں خاموش رہتی ہوں، گذشتہ را
احتیاط آیندہ را صلوٰۃ۔

نواب:-
دلربا، کی تسلی کر دیجیے، کہیے کہ جعلسازی، مکاری اور دغا بازی،
اس لونڈے کی سرشت میں داخل ہے۔ تم اس کا مطلق خیال نہ کرنا شادی کے
بعد تم میری بہو بننے والی ہو۔ میں تمھاری راحت و آرام کا کفیل ہوں۔ میں
وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو اس نالائق سے بالکل بے تعلق رہ سکتی ہو،
(جوان بخت سے) چلو برخوردار، اب گھر چلو۔

(نواب کامران اور جوان بخت چلے جاتے ہیں)

ایکٹ چوتھا سین لال میدان

(جوان بخت ٹہلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے چہرہ پر فکر و تردد کے آثار ہیں۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کشمکش سے چھٹکارا پانے کی کوشش کر رہا ہے۔
پیچھے سے کپتان شیر خاں، اپنی گلدار مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے
قدم بڑھاتے ہیں)

شیر خاں:۔
جناب۔ مجھے آپکی رائے سے اختلاف ہے۔

جوان بخت:۔
(تعجب سے) میں نے کسی رائے کا اظہار نہیں کیا، آپ کس چیز سے
اختلاف کر رہے ہیں۔

شیر خاں:۔
(مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے) بہرحال آپ سوچ تو رہے تھے۔

جوان بخت:۔
سوچنے سے یہ تھوڑی لازم آتا ہے کہ رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

شیر خان :-
جو شخص سوچنے کا عادی ہے وہ کچھ نہ کچھ ذاتی رائے ضرور رکھتا ہے
جوان بخت :-
میں تسلیم کرتا ہوں کہ فکر ذاتی رائے کی محرک ہے لیکن پھر بھی اختلاف کرنے سے پہلے آپ کم از کم اظہار خیال کا تو موقع دیں۔
شیر خان۔
مجھے آپ کی اس رائے سے اختلاف ہے۔
جوان بخت :-
اس گفتگو سے آپ کا منشا کیا ہے، خواہ مخواہ لڑائی مول لینا چاہتے ہیں تو اور بات ہے، لیکن نزاع کی کوئی وجہ کوئی سبب بھی ہو!
شیر خان :-
آپ کا حافظہ کمزور ہے، ورنہ آپ کو یاد آجاتا کہ ایک دفعہ جناب نے سرراہ میری بے حرمتی کی تھی۔
جوان بخت :-
مجھے تو یاد نہیں کہ کس وقت بے حرمتی کی تھی۔
شیر خان :-
آج سے ایک برس پہلے، آپ نے میرے شملہ کی پھبتی اڑائی تھی

اور میری مونچھوں پر بھی فقرہ کسا تھا، اس وقت میرے ساتھ احباب تھے میں نے سربازار لڑنا پسند نہیں کیا۔

جواں بخت:۔

اتنے دنوں تک آپ کیا سو رہے تھے، جو اب ایک برس کے بعد بیدار ہوئے۔

شیر خاں:۔

ہاں جی میں انتقام کے طریقے سوچ رہا تھا۔

جواں بخت:۔

تو بسم اللہ نیک کام میں دیر کیا ہے۔

شیر خاں:۔

نہتوں پر وار کرنا بزدلوں کا کام ہے، آپ پوری طرح مسلح ہو کر میدان میں قدم رکھیے تو دو طرفہ لڑائی کا مزہ آئے۔

جواں بخت:۔

جیسی مرضی، پھر کس وقت اور کس مقام پر شرف ملاقات بخشیے گا۔

شیر خاں:۔

آج شام میں، اسی مقام پر۔

جوان بخت:۔

بہت خوب۔

شیر خاں:۔

اب دل کا تردد دور ہو گیا، (چلا جاتا ہے اور جوان بخت حیرت سے اسکی طرف دیکھتا رہ جاتا ہے۔ اس اثناء میں پیچھے سے فرخ سیر داخل ہوتا ہے)

فرخ سیر:۔

جوان بخت میں تم کو کتنی دیر سے تلاش کر رہا ہوں، اور آپ ہیں کہ لاپتہ

جوان بخت:۔

میں ہمیشہ سے لاپتہ ہوں اور ہمیشہ لاپتہ رہوں گا۔

فرخ سیر:۔

دوست، جب ایک فوجی افسر تصوف کی طرف مائل ہوتا ہے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ اسے محبت میں کوئی بھاری ناکامی ہوئی ہے، کیوں ٹھیک ہے نا،

جوان بخت:۔

ٹھیک ہے، لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں، دلربا کو حاصل کرنے کی کوشش میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہو تو بے شک گنہگار ہوں۔

فرخ سیر

پھر آخر انکار کی وجہ کیا ہے؟

جواں بخت:۔

لڑکی کو یہ طریقہ پسند نہیں۔

فرخ سیر:۔

کونسا طریقہ پسند نہیں؟۔

جواں بخت:۔

وہی قدیم طریقہ جسکے مطابق ابا جان اور فصاحت بیگم یہ معاملہ طئے کرنا چاہتی ہیں۔

فرخ سیر:۔

تو اس سے کہو کوئی تیسرا طریقہ ایجاد کرے، قدیم طریقہ بیشک مہمل ہے، لیکن جب اس سے مطلب پورا ہو رہا ہے تو کیوں اسکی مخالفت کیجائے۔

جواں بخت:۔

اس سے کون بحث کرے، وہ تو اپنے سوا سبکو بے وقوف سمجھتی ہے۔

فرخ سیر:۔

جواں بخت، ہم آئے تھے کہ کچھ تمھیں اپنا درد دل سنائیں گے، لیکن تم تو بقول شاعر ہم سے بھی زیادہ کشتۂ تیغ ستم نکلے۔

جوانِ بخت:۔
تیغ کے لفظ پر تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں، ابھی ابھی ایک شمشیر باز خاں سے مٹھ بھیڑ ہوئی اونچا پورا چھ فٹ کا آدمی، بڑی بڑی گلدار مونچھیں، سر پر زرین صافہ باندھے حضرت راستے میں آ ڈٹے اور اپنے خاص لہجہ میں قاف کو کاف بولتے ہوئے گفتگو شروع کردی۔

فرخ سیر:۔
کپتان شیر خاں تو نہیں؟

جوانِ بخت:۔
ہاں وہی بزرگ، اور بات کتنی کہ ایک برس پہلے شملۂ اقدس کی بے حرمتی کی تھی، اور مونچھوں پر فقرہ کسا تھا، لہذا تیغ و تفنگ سے مسلح ہو کر آئے ہیں۔

فرخ سیر:۔
تو کیا فی الواقعی جنگ کی ٹھیری ہے؟

جوانِ بخت:۔
آج ہی شام کو اور اسی مقام پر، تم بھی دور سے تماشا دیکھنا۔ اس خرناشخص کو اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے (دونوں چلے جاتے ہیں)

ایکٹ پانچواں

سین پہلا جوانجمن کا مکان نسیمہ سے ملتی نشستگاہ

(نسیمہ اور دلربا صوفے پر بیٹھی راز و نیاز کی باتیں کر رہی ہیں)

دلربا:۔

چونکہ تم میری راز دار ہو اس لیئے میں تم سے کہتی ہوں لیکن اس شرط پر کہ کسی کے آگے اسکا ذکر نہ آنے پائے۔

نسیمہ:۔

کیا اسکا یقین دلانے کی ضرورت ہے؟

دلربا:۔

تم مجھسے دریافت کرتی ہو کہ یہ معما کیا ہے، جس شخص کی خاطر میں عزیز و اقارب کو چھوڑنے کے لیئے تیار تھی جس کے لیئے مال و دولت، ننگ و ناموس راحت و آرام ہر چیز قربان کرنے پر آمادہ تھی اب وہ خوبی تقدیر سے بغیر کسی ایثار کے مل رہا ہے، اور میں بجائے اپنی قسمت پر ناز کرنے کے الٹا مقدر کا گلہ کر رہی ہوں۔

نسیمہ :-

ہاں میں یہی معلوم کرنا چاہتی ہوں

دلربا :-

اور تم پوچھتی ہو کہ اگر دلشاد سے مجھے محبت تھی تو جواں بخت سے کیوں نہیں ہے، جبکہ میں جانتی ہوں یہ دونوں ایک ہی شخص کے مختلف نام ہیں۔

نسیمہ :-

ہاں۔

دلربا :-

سب سے پہلے تو یہ کہ اس نے مجھے دھوکہ دیکر بے وقوف بنایا۔

نسیمہ :-

یہ کوئی معقول عذر نہیں، جو لڑکی ایک لاوارث بھکاری کے ساتھ فرار ہونے کے لیئے تیار ہو وہ ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کرتی۔

دلربا :-

اور سب میں زیادہ غصہ اس بات پر آتا ہے کہ اب میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہا۔ ابتک میں اس امید میں زندگی بسر کر رہی تھی کہ ایکدن دنیا کو اپنی بے لاگ محبت کا ثبوت دونگی اور نیک جذبات کا

مذاق اڑانے والوں کو دکھا دوں گی کہ کس طرح ایک لڑکی محبت کی راہ میں زندگی کی تمام دلچسپیوں کو قربان کر سکتی ہے' فقر و فاقہ دنیا کی بدترین لعنتیں ہیں میں فقر و فاقہ کے لیئے تیار تھی' بدنامی کا دھبہ ایک عورت کیلیئے سب سے بڑی بدنصیبی ہے' میں بدنامی کے لیئے آمادہ تھی۔

نسیمہ:۔

اس لیئے کہ تمھیں ان چیزوں کا تجربہ نہیں تھا۔

دلربا:۔

جو کچھ بھی ہے' میں نئی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی' میرا دل اس پرانی زندگی سے اکتا گیا تھا

نسیمہ:۔

جواں بخت کے ساتھ بھی نئی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ وہ بھی نئے خیال کا نوجوان ہے۔

دلربا:۔

جواں بخت اور فصاحت بیگم اور تم جسے نئی زندگی سمجھتی ہو وہ میرے نزدیک پرانی زندگی ہے۔

نسیمہ:۔

بہن یہ سچ ہے لیکن اب جبکہ اس نئی زندگی کا امکان باقی نہیں رہا

جس کا تم خواب دیکھ رہی تھیں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ پرانی زندگی پر قناعت کی جائے ؟

دلربا:۔

اسکا تصفیہ کرنا دشوار ہے۔

نسیمہ:۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سونچو اور کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے ایکدفعہ پھر جوان بخت کی صورت دیکھ لو، بہت ممکن ہے اسکا چہرہ اس مسئلہ پر کوئی نئی روشنی ڈالے۔

دلربا:۔

نسیمہ تم کو تو ہر وقت دلگی ہی سوجھتی ہے۔

نسیمہ:۔

بہن ہم اس دنیا میں پیدا ہوے ہیں تو ہنسنے بولنے ہی کے لیئے، خواہ مخواہ غلط قسم کے تصورات باندھ کر اپنی زندگی برباد کر لینے سے فایدہ کیا۔

دلربا:۔

(دروازہ کی طرف دیکھ کر) خدا رحم کرے، خالہ جان تشریف لا رہی ہیں۔

(فصاحت بیگم، غفور اور داؤد نہایت گھبراہٹ میں داخل ہوتے ہیں۔ لڑکیاں کھڑی ہو جاتی ہیں)

نسیمہ :۔

کہئیے خیریت تو ہے۔

فصاحت بیگم :۔

اس وقت کچھ مت پوچھو' میرا ولع بے ٹھکانے ہے۔

دلربا :۔

خالہ جان کیا ماجرا ہے؟

فصاحت بیگم :۔

کیا ماجرا ہے؟ وہی ماجرا ہے' وہی واقعہ ہے' وہی حادثہ ہے' وہی سانحہ ہے۔

دلربا :۔

یا الٰہی میں کس سے پوچھوں۔

فصاحت بیگم :۔

تم یہاں نچنت بیٹھی ہو' وہاں خون خچر ہو رہا ہے' شمشیر براں چل رہی ہے۔

نسیمہ :۔

(گھبراہٹ سے) کہاں خون خرابے ہو رہے ہیں' کن لوگوں میں تلوار چل رہی ہے؟

فصاحت بیگم:۔

(غفور اور داؤد کو بتا کر) ان لوگوں سے پوچھو، یہ جانتے ہیں، یہ تمھیں تمام واقعات کی تمثیل بتائیں گے۔

نسیمہ:۔

غفور کیا قصہ ہے؟

غفور:۔

بی بی ذرا اطمینان سے بیٹھ جائیے، میں سارا قصہ بیان کرتا ہوں۔

دلربا:۔

میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں، جلدی کہہ کیا واقعات ہیں۔

غفور:۔

(نہایت اطمینان سے) واقعات یہ ہیں کہ میں ترکاری لانے کیلئے بازار جا رہا تھا، بازار سے سودا خرید کر ٹہلتے ٹہلتے لال میدان کی طرف نکل گیا شام کے وقت میں اس میدان میں روز تفریح کیا کرتا ہوں۔

دلربا:۔

آگ لگے تیری تفریح کو، میں تجھ سے پوچھتی ہوں کہ کہاں تلوار چل رہی ہے

غفور:۔

یہی تو میں عرض کر رہا ہوں کہ لال میدان میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ

کچھ لوگ جمع ہیں۔ میں حیران کہ یا اللہ یہ ماجرا کیا ہے!!

دلربا:۔

میرا کلیجہ دھک دھک کر رہا ہے، جلدی سے کہہ کون لوگ تھے۔

غفور:۔

ان میں سے ایک کو تو میں بالکل نہیں جانتا، البتہ تین صورتیں پہچان کی نکلیں۔

نسیمہ:۔

ان تفصیلات کو رہنے دے، اصل حال بیان کر۔

غفور:۔

بیگم صاحبہ کہتی ہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرو، آپ کو جلدی کہ سارا قصہ ایک ہی لفظ میں کہہ دے، کس کا حکم سنوں۔

دلربا:۔

میں دیوانی ہو جاوں گی۔

غفور:۔

تو وہاں تین صورتیں پہچان کی نکلیں، ایک تو میرے آقا مرزا جوان بخت۔

دلربا:۔

ہائے جوان بخت کے دشمنوں کی جان خطرہ میں ہے۔

غفور:۔

دوسرے فرخ سیر میاں۔

نسیمہ:۔

الٰہی! فرخ سیر کو ہر قسم کی آفات سے بچائیو۔

غفور:۔

اور تیسرے میر ارشاد علی صاحب۔

فصاحت بیگم:۔

چوتھا شخص کون تھا؟

داؤد:۔

میں جانتا ہوں وہ ہمارے آقا کے بڑے دوست ہیں کپتان شیر خان

ان کا نام ہے۔

فصاحت بیگم:۔

کپتان شیر خان!! اس بیچارے کو بھی ان لوگوں نے پھنسایا،

یا اللہ تو اسکی جان و مال کا حافظ و نگہبان ہے (غفور اور داود سے) ارے

کمبختو، کھڑے ہوئے کیا تماشا دیکھ رہے ہو، جاؤ۔ سواری تیار کراؤ، میں خود جاتی

ہوں۔ اور کوئی دوڑ کر نواب کامران کو اطلاع کرو۔ نواب کامران

کہاں ہیں؟

نسیمہ:-

وہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔

فصاحت بیگم:-

غفور: تو جا کر موٹر تیار کروا، داؤد، بیٹا نواب کامران کو کہیں سے ڈھونڈ لا، دلربا اور نسیمہ تم ساتھ چل رہی ہو۔

دلربا:-

خالہ جان ہم دونوں آپکے ساتھ ہیں۔

فصاحت بیگم:-

(غفور سے) تو ابھی تک یہیں ہے۔

غفور:-

ابھی گیا (غفور چلا جاتا ہے)

فصاحت بیگم:-

جلدی کرو، ورنہ ہمارے پہنچنے تک وہ لوگ اس دارجا و دانی سے کوچ کر جائیں گے۔

ایکٹ پانچواں

دوسرا حصہ

سین لالہ میدان غیر آباد

(کپتان شیر خان اور میر ارشاد علی صاحب داخل ہوتے ہیں شیر خان کے ہاتھ میں ایک تلوار ہے، خانصاحب بار بار تلوار سے کھیلتے جاتے ہیں)

میر صاحب:۔

خانصاحب میں نے اپنی تمام عمر میں کبھی تلوار کا ہاتھ نہیں چلایا۔

شیر خان:۔

کوئی مضائقہ نہیں، میں سکھا دوں گا، یہ دیکھیئے (میان سے تلوار نکالتے ہوئے)

میر صاحب:۔

(ڈرتے ڈرتے) آپ اسے میان ہی میں رہنے دیجئے، ننگی تلوار سے ہاتھ واتھ کٹ جائے گا تو کہاں کی مصیبت۔

شیر خان:۔

مردوں کے ہاتھ تو کٹنے کے لیئے بنائے گئے ہیں۔ آپ ابھی سے اس کدر گھبرائیں گے تو دشمن کا مکابلہ کیا کھاک کریں گے۔

میر صاحب:۔

دیکھئے، میں ہرگز نہیں ڈر رہا ہوں، یہ بے جا اتہام ہے، وہ تو حفظ ماتقدم کے لیئے کہا تھا۔

شیر خاں:۔

تلوار اُٹھا کر وار کرنے سے پہلے اسے خوب تول لیجئے، اور پھر ایک ایسا بھرپور ہاتھ لگائیے کہ سر تن سے جدا ہو جائے۔

میر صاحب:۔

واللہ ہے۔ اس کے بعد تو کامیابی کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

شیر خاں:۔

لڑائی میں شکست و فتح دونوں کا امکان ہے۔

میر صاحب:۔

جانے دیجیئے، بھری شام شکست کا منحوس لفظ کیوں زبان سے نکالیں۔

شیر خاں:۔

سپاہی کو شکست کے لیئے ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے، ہاں جی تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آپکا ہاتھ پڑنے سے پہلے اس کا ہاتھ پڑ جائے اور کہیں کچھ واردات پیش آئے تو اس نکبت تک ٹھہرنے کی بجائے ابھی سے پیش بندی کیوں نہ کر لی جائے۔

میر صاحب:۔

(گھبرا کر) کس قسم کی پیش بندی؟

شیر خان:۔

یعنی یہ کہ موت واکع ہونے کی صورت میں آپ کو کہاں دفن کیا جائے، آیا مسجد کا صحن یا مکبرہ۔

میر صاحب:۔

(سراسیمگی کی حالت میں) مسجد کا صحن یا مقبرہ!!!

شیر خاں:۔

(نہایت متانت سے) ہاں جی اور کسی کسم کی کوئی وصیت ہو تو ابھی اس کے لیئے وکت باکی ہے۔

(خانصاحب کی اس تقریر سے میر صاحب کے قلب پر یکایک رقت طاری ہو جاتی ہے)

میر صاحب:۔

خانصاحب۔ اب جو ہم اس مسلہ کے دو تو پہلوؤں پر غور کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپس کی لڑائیاں در اصل ایام جاہلیت کی یادگار ہیں، مہذب انسان کے لیئے اس طرح ایکدوسرے کا خون بہانا ہرگز زیبا نہیں، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بنی نوع انسان جو آپس میں بھائی ہیں وہ بجائے برادرانہ محبت، دوستی، اور خلوص کے، عداوت، نفرت، بغض اور عناد رکھیں۔

شیر خان :۔

یہ دوستی اب یاد آئی ہے، بس میر صاحب، دیکھ لی آپکی بہادری۔

میر صاحب :۔

ذرا سنیئے بھی تو، بہادری، جرات اور دلیری بیشک انسان کے فضائل میں داخل ہے، لیکن ساتھ ہی رحم و کرم، عفو، حلم، انکساری یہ بھی تو مکارم اخلاق ہیں۔

شیر خان :۔

جبتک آپ کو کامیابی کا یقین تھا بہادری نیکیوں میں داخل تھی اور آب موت آنکھوں میں پھر رہی ہے تو حلم اور انکساری یاد آئی۔

میر صاحب :۔

ارے توبہ، نہیں تو، میں محض ایک فلسفیانہ حقیقت بیان کر رہا ہوں، ایثار اور نفس کشی کی تعلیم ہر ملک و ملت کے اخلاق کا جز لاینفک ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ایثار سے کام نہ لیں، اور اگر غور سے دیکھیئے تو بات ہی کتنی ہے۔ میں ایک لڑکی کا خواہشمند ہوں، دوسرا مجھسے زیادہ طاقتور شخص میرا رقیب نکل آتا ہے، میں وحشیوں کی طرح اس سے لڑتا جھگڑتا نہیں بلکہ ایک مہذب انسان کی طرح نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ ہاتھ جوڑ کے کہتا ہوں کہ بھائی تیرا دل اسپر آیا ہے۔ لے یہ تجھے مبارک، میں کوئی اور معشوق تلاش کروں گا

ملک خدا تنگ نیست ❊ پائے مرا لنگ نیست

شیر خاں:-

میر صاحب آپ عاشقی کر چکے۔

میر صاحب:-

اور اگر عاشقی بغیر لڑائی جھگڑوں کے ناممکن ہے تو میں کہوں گا ایسی عاشقی کو بندہ کا دور ہی سے سلام (جواں بخت اور فرخ سیر داخل ہوتے ہیں)

جواں بخت:-

دور سے کیوں سلام کرتے ہو، نزدیک سے سلام کرو۔

میر صاحب:-

(خوش ہو کر) آہا جواں بخت، بھئی خوب وقت آئے، واللہ ہے تمہارا ہی انتظار تھا۔

فرخ سیر:-

میر صاحب کو آداب عرض ہے۔

میر صاحب:-

تسلیم، تسلیم، آپ سے ملاقات کیجئے، میرے محب صادق کپتان شیر خاں

شیر خاں:-

(آگے بڑھکر)

آپ سے ملکر بڑی کھشی ہوئی۔

فرخ سیر:-
خانصاحب، مرزا جوان بخت سے ملیئے۔

شیر خاں:-
ان سے تو آج بہت گرمجوشی کی ملاقات ہونے والی ہے، کہیئے مرزا صاحب،
تیگ و تفنگ سے لیس ہو کر آئے ہیں نا۔

جوان بخت:-
آج یاں تیغ و کفن باندھے ہوئے آیا ہوں میں۔ عذر میرے قتل کرنے میں
یہ اب لائیں گے کیا۔

میر صاحب:-
بھئی واللہ، خوب برمحل کہا ہے، بس میں بھی خانصاحب کو انہی جذبات
کا مفہوم سمجھا رہا تھا، مگر یہ تو سوائے تلوار کے بات نہیں کرتے۔

جوان بخت:-
آپ نے بھی تو اپنے رقیب کو قتل کی دھمکی دی ہے۔

میر صاحب:-
لیکن جو وہ بیچارہ خود روپوش ہو تو پھر اس سے کیا مقابلہ کیجیے۔ واللہ ہے
گھنٹے بھر سے برہنہ تلوار لیئے ہوئے انتظار میں ہوں کہیں اس کا پتہ نہیں۔

جوان بخت:۔

وہ تو آپ کے سامنے موجود ہے

شیر خاں:۔

میر صاحب۔ دیکھتے کیا ہو (فرخ سیر کی طرف اشارہ کرکے) دشمن بغل میں ہے۔ اللہ کا نام لے کر ایک اصفہانی ہاتھ لگاؤ۔

میر صاحب:۔

بخدا، آپ بھی غضب کرتے ہیں، ارے یہ تو میرے دوست فرخ سیر ہیں

جوان بخت:۔

خیر خیر میں اس راز کو افشا کیے دیتا ہوں، بات یہ ہے کہ آپکا رقیب دلشاد کوئی حقیقی وجود نہیں رکھتا، بلکہ وہ ایک فرضی نام تھا جو میں نے باقتضائے مصلحت اختیار کیا تھا۔ آپ چاہیں تو میرے ساتھ شمشیر زنی کر سکتے ہیں۔

شیر خاں:۔

کوئی مضائقہ نہیں۔ دلشاد نہ سہی جوان بخت سہی۔

میر صاحب:۔

بھئی، اچھے رہے، دشمن نہ سہی دوست سہی کسی پر ہاتھ صاف کر دو۔

شیر خاں:۔

لڑنے کیلئے دوست اور دشمن سب برابر ہیں، آکر وہ آپکے رکیب ٹھیرے پھر آہیں

کیا تفریک ہے۔

میر صاحب:۔

جواں بخت، یار گلے ملو (بغلگیر ہوکر) دلربا کیلیے تمہی جیسا بانکا جوان چاہیے

شیر خاں:۔

اتنی جلدی نہ کیجیے، ابھی تصبیہ ہونا باکی ہے۔

میر صاحب:۔

(طنزاً) "تصبیہ" ہوکر آج کئی دن گذر گئے، ابھی آپ کو اسکی اطلاع نہیں۔

شیر خاں:۔

وہ لڑکی مجھسے محبت کرتی ہے وہ ہرگز سوائے میرے کسی سے شادی نہیں کرے گی۔

جواں بخت:۔

اسکا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟

شیر خاں:۔

اس کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط موجود ہیں۔

جواں بخت:۔

یہ سراسر بہتان ہے، میں کبھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

شیر خاں:۔

اور جو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، اس بکت تو یکین آئے گا

فرخ سیر:۔

جناب، گو میں دلربا کا خواستگار نہیں ہوں، اور نہ مجھے اس جھگڑے سے کوئی راست تعلق ہے، لیکن میں پھر بھی دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔

شیر خاں:۔

(خط جیب میں سے نکالکر جواں بخت کو دیتا ہے) یہ خط آپ کھُد دیکھنے کے بعد کالم لائے کیجئے

جواں بخت:۔

(خط کو بغور دیکھکر) خانصاحب، مجھے آپکے ساتھ ہمدردی ہے۔

شیر خاں:۔

(کرخت لہجے میں) آپکی ہمدردی کا شکریہ، میں پوچھتا ہوں پہلے اسکا جباب دو۔

جواں بخت:۔

اس خط کا ہر ہر لفظ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ میں فصاحت بیگم کی جدت طبع کا آفریدہ ہوں، آپ جس کسی سے چاہیں دریافت کر لیں، انکی اردو سے ملک کا بچہ بچہ واقف ہے

فرخ سیر:۔

میں بھی تو دیکھوں اس خط کو (خط پڑھکر) بلا شبہ یہ فصاحت بیگم کی تحریر دلپذیر ہے۔

میر صاحب :۔

اور ہم بھی تو دیکھیں کہ کیا لکھا ہے (خط لیکر دیکھتے ہوے) اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے، ہم سے بڑھ کر کون زبان کا پرکھنے والا ہو سکتا ہے ۔

شیر خان :۔

(پیچیں بجبیں ہو کر) میرزا صاحب، معافی کا کھاستگار ہوں آپکو ناحق زحمت ہوئی (جانا چاہتا ہے)

جواں بخت :۔

ٹھہریئے ٹھہریئے، ابھی تو آپکو مجھسے انتقام لینا ہے، تمہ والی بات تو آپ بالکل بھول گئے

شیر خان :۔

وہ ایک بہانہ تھا، اصل دشمنی کا باعث ہماری رکابت تھی، اس کا اب کھاتمہ ہو گیا

میر صاحب :۔

خانصاحب محبت کی ناکامی میں اگر جناب خودکشی کا ارادہ فرمائیں تو خادم کو یاد کر لینا وصیت کے مطابق کفن دفن کا بندوبست کر دیگا، مسجد کا صحن یا مقبرہ جو آپکو پسند ہو (خانصاحب چلے جاتے ہیں)

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن — بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

(نواب کامران، فصاحت بیگم، دلربا، نسیمہ، عغود اور داؤد داخل ہوتے ہیں)

نواب :۔

اے لو، یہاں تو شمشیر زنی کے بدلے شعرخوانی ہو رہی ہے ۔

جواں بخت ۔

آداب ابا جان ۔

فرخ سیر

تسلیمات عرض ہے۔

نواب:۔

تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟

جواں بخت:۔

جی کچھ نہیں گھر میں بیٹھے بیٹھے طبیعت اکتا گئی تھی، یاروں نے کہا کہ چلو میدان میں چلکر ٹھنڈی ہوا کھائیں گے تو ہم لوگ تفریح کے لیئے یہاں جمع ہو گئے

فصاحت بیگم

جواں بخت تمہارے دشمنوں کی جان معروضۂ خطر میں ہے سنکر دلربا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے، یہ کن لوگوں نے غلط افواہ اڑا دی ہے

جواں بخت:۔

کیا واقعی کسی کو میرا اتنا خیال ہے؟

نواب:۔

ارے دیوانے، اتنے سال علم سیکھا ابھی تجھے عقل نہیں آئی، یہ لڑکی تیرا خیال نہیں کریگی تو کیا اجنبی لڑکیاں تیرا خیال کریگی، ارے یہ تو چند دنوں میں تیرے گھر آنے والی ہے۔

جواں بخت:۔ (دلربا شرما کر نظریں نیچی کر لیتی ہے)

(آسمان کی طرف دیکھکر) معلوم ہوتا ہے کہ آج آسمان سے رحمتوں کی بارش ہونیوالی ہے

نواب :-

فرخ سیر اب تم بھی جوان بخت کیساتھ سہرا باندھو، بس بہت دن لیت و لعل کیا۔ اور یہ خفیہ ملاقاتیں تو شریفوں کے لیئے باعث ننگ ہیں۔

فرخ سیر :-

جیسی جناب کی مرضی (نسیمہ نظریں نیچی کر لیتی ہے)

میر صاحب :-

گو ہمیں محبت میں تھوڑی سی ناکامی ہوتی ہے لیکن ہم سب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمکو رنج نہیں، ہم سبکی خوشی میں شریک ہیں۔

جوان بخت :-

میر صاحب تمہارے پہلو میں محبت بھرا دل ہے۔

میر صاحب :-

خیر اہل دل تو بہت ملیں گے، یہ کہئیے ہم سا اہل زباں نہیں دیکھا۔

فرخ سیر :-

میں مانتا ہوں۔

میر صاحب :-

جب تم دونوں کی شادیاں رچیں گی تو ہم سہرے کہہ کر لائیں گے۔

نواب :-

یہ باتیں ہوتی رہیں گی، چلو اب شام ہوگئی ہے، گھر چلیں،

(سب لوگ جانے لگتے ہیں مگر میر صاحب اپنی جگہ سے نہیں ہلتے جب دلربا پاس سے گذرتی ہے تو وہ ایک عجیب انداز سے اسکی طرف دیکھتے ہیں اور پھر آہ سرد بھر کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں میدان کے اندر سناٹا چھا جاتا ہے۔ اور سوائے میر صاحب کے کوئی بندۂ خدا نظر نہیں آتا۔ وہ خاموشی کے ساتھ چاروں طرف حسرت و یاس سے دیکھ کر غالب مرحوم کا یہ شعر حسب ضرورت تبدیلی کے ساتھ باآواز بلند پڑھتے ہیں)۔

داغ فراق صحبت شب کے جلے ہوئے
ایک میر رہ گئے ہیں سو وہ بھی خموش ہیں

پردہ

اسی مصنف کے دوسرے ڈرامے

"ظاہر باطن" "[illegible]ت الارض"

کتب خانۂ جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقا، مجلس انتظامی [illegible] پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

مجالس شعبہ جات و نصاب [illegible] عہدہ داران جامعہ [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذۂ جامعۂ عثمانیہ و کلیات [illegible] ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ اور [illegible]

دار الترجمہ [illegible] دو کتابیں بی اے، ایل ایل بی و تحتانی جماعتوں کے طلبا

۳۔ طلبائے ایم اے [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

[illegible] طلبا کے حساب

طلبا پانچ کتابیں [illegible] لیا جائیگا۔ [illegible]

۴۔ مدت مقررہ [illegible] کتاب [illegible] یومیہ فی کتاب [illegible]

۵۔ بشرط موقع کتابیں [illegible] کا لانا لازم ہے۔

[illegible] کتاب [illegible]

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں [illegible] عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان [illegible] لگایا جائے۔

[illegible] کتابیں